سُوْرَةُ الْكَهْفِ

سُوْرَةُ الْكَهْفِ ١٨ مَكِّيَّةٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	اٰيَاتُهَا ١١٠ رُكُوْعَاتُهَا ١٢
سورہ کہف مکہ میں اتری اور اس کی	شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے	ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۞١ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا

سب تعریف اللہ کو جس نے اُتاری اپنے بندہ پر کتاب اور نہ رکھی اس میں کچھ کجی ف۱ ٹھیک اُتاری تاکہ ڈر سنا دے ایک سخت آفت

مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۞٢ مَّاكِثِيْنَ

کا اللہ کی طرف سے ف۲ اور خوشخبری دے ایمان لانیوالوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں کہ اُن کے لئے اچھا بدلہ ہے جس میں رہا

فِيْهِ اَبَدًا ۞٣ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۞٤ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ

کریں ہمیشہ ف۳ اور ڈر سنا دے اُن کو جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد ف۴ کچھ خبر نہیں اُن کو اس بات کی اور نہ اُن کے باپ دادوں کو کیا بڑی

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۞٥ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ

بات نکلتی ہے اُن کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ف۵ سو کہیں تو گھونٹ ڈالیگا اپنی جان کو اُن کے پیچھے اگر

لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۞٦ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ

وہ نہ مانیں گے اس بات کو پچھتا پچھتا کر ف۶ ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اُس کی رونق تاکہ جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کرتا

عَمَلًا ۞٧ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۞٨

ہے کام ف۷ اور ہم کو کرنا ہے جو کچھ اُس پر ہے میدان چھانٹ کر ف۸

(۱) **قرآن ہر کجی سے پاک ہے** یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور شکر کا مستحق وہ ہی خدا ہو سکتا ہے جس نے اپنے مخصوص و مقرب ترین بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے اعلیٰ و اکمل کتاب اُتاری اور اس طرح زمین والوں کو سب سے بڑی نعمت سے مشرف و ممتاز فرمایا۔ بے شک اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ عبارت انتہائی سلیس و فصیح، اسلوب بیان نہایت مؤثر و شگفتہ تعلیم نہایت متوسط و معتدل جو ہر زمانہ اور ہر طبیعت کے مناسب اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔ کسی قسم کی افراط و تفریط کا اسمیں شائبہ نہیں۔

(۲) **قرآن کفار کو ڈر سنانے کے لئے ہے** یعنی تکذیب کرنے والوں پر جو سخت آفت دنیا یا آخرت میں خداوند قہار کی طرف سے آنے والی ہے اُس سے یہ کتاب آگاہ کرتی ہے۔ (تنبیہ) قَيِّمًا کو بعض نے بمعنی "مستقیم" لیکر محض مضمون سابق کی تاکید قرار دی ہے۔ یعنی کتنا ہی غور کرو ایک بال برابر کجی نہیں پاؤ گے۔ مگر فرّاء نے اس لفظ کے معنی کئے ہیں قَيِّمًا عَلٰی سَائِرِ الْكُتُبِ السَّمَاوِيَّةِ "یعنی تمام کتب سماویہ

ؔ۱ کاٹ چھانٹ۔

کی صحت و تصدیق پر مہر کرنیوالی اور اُن کی اصولی تعلیمات کو دنیا میں قائم رکھنے والی" ابو مسلم نے کہا "قَیِّمًا بِمَصَالِحِ الْعِبَادِ" بندوں کی تمام مصالح کی متکفل اور اُن کی معاش و معاد کو درست کرنے والی" بہر حال جو معنے بھی لئے جائیں اس کی صداقت میں شبہ نہیں۔

(۳) بظاہر اس سے مراد آخرت کا بدلہ یعنی جنت ہے جہاں مومنین قانتین کو دائمی خوشی اور ابدی راحت ملیگی۔

(۴) خدا کے لئے اولاد تجویز کرنے میں سب سے زیادہ مشہور اور پیش پیش تو نصاریٰ ہیں اور جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے ان ہی سے حاملین قرآن کو قیامت تک زیادہ سابقہ پڑنا ہے تاہم عموم الفاظ میں بعض فرق یہود جو عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا۔ یا بعض مشرکین جو ملائکۃ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے وہ بھی داخل ہو گئے۔ گویا اس جگہ اولاد تجویز کرنے والے کافروں کو بالخصوص اور نصاریٰ کو اخص خصوص کے طور پر متنبہ کیا گیا ہے۔

(۵) **کفار کا کذب** یعنی کوئی تحقیق اور علمی اصول اُن کے ہاتھ میں نہیں نہ ان کے باپ دادوں کے ہاتھ میں تھا۔ جن کی اندھی تقلید میں ایسی بھاری بات زبان سے نکال رہے ہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کی شان قدوسیت و سبوحیت کی اِن لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اس کی جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ دلائل و براہین کی جگہ ان کے ذخیرہ میں یہ ہی باقی رہ گیا ہے کہ زبان سے ایک جھوٹی اور بدیہی البطلان بات کہتے جائیں اور جب ثبوت مانگو تو کہدیں کہ یہ مذہب کا ایک راز ہے جس کے ادراک تک عقل انسانی کی رسائی نہیں۔

(۶) **آنحضرت کو حق تعالیٰ کی تسلّی** یعنی اگر یہ کافر قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے کو بالکل گھلایئے نہیں۔ آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں، کوئی نہ مانے تو آپ کو اس قدر دل میں گھٹنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ پچھتانا مناسب ہے کہ ہم نے ایسی کوشش کیوں کی جو کامیاب نہ ہو سکی۔ آپ تو بہر حال کامیاب ہیں۔ دعوت و تبلیغ اور شفقت و ہمدردی خلائق کے جو کام کرتے ہیں وہ آپ کے رفع مراتب اور ترقی مدارج کا ذریعہ ہیں۔ اشقیاء اگر قبول نہ کریں تو اُن ہی کا نقصان ہے۔

(۷) **احسن عملاً کون لوگ ہیں** یعنی اس کی رونق پر دوڑتا ہے یا اُسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن عمر نے سوال کیا یا رسول اللہ! "اَحْسَنُ عَمَلًا" کون لوگ ہیں؟ فرمایا "اَحْسَنُکُمْ عَقْلًا وَاَوْرَعُکُمْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ وَاَسْرَعُکُمْ فِیْ طَاعَتِہٖ سُبْحَانَہٗ" (جس کی سمجھ اچھی ہو، حرام سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ جھپٹے)

(۸) **قیامت میں زمین چٹیل ہو جائیگی** یعنی ایک روز سب گھاس پھونس درخت وغیرہ چھانٹ کر زمین کو چٹیل میدان بنا دیا جائیگا۔ جو لوگ اس کے بناؤ سنگار پر ریجھ رہے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ یہ زرق برق کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ دنیا کے زینتی سامان خواہ کتنے ہی جمع کر لو اور مادّی ترقیات سے ساری زمین کو لالہ و گلزار بنا دو، جب تک آسمانی ہدایت اور روحانی دولت سے تہیدست رہوگے، حقیقی سرور و طمانیت اور ابدی نجات و فلاح سے ہم آغوش نہیں ہو سکتے۔ آخری اور دائمی کامیابی صرف اُن ہی کے لئے ہے جو مولائے حقیقی کی خوشنودی پر دنیا کی ہر ایک زائل و فانی خوشی کو قربان کر سکتے ہیں اور راہ حق کی جادہ پیمائی میں کسی صعوبت سے نہیں گھبراتے نہ دنیا کے بڑے بڑے طاقتور جبّاروں کی تخویف و ترہیب سے اُن کا قدم ڈگمگاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی بھی کر دی کہ آپ ان بدبختوں کے غم میں اپنے کو نہ گھلایئے۔ جس دنیا کی زندگی اور عیش و بہار پر مغرور ہو کر یہ حق کو ٹھکراتے ہیں وہ سب کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی جائیگی اور آخر کار سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔ اس وقت سارے جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ اِلَی الْکَهْفِ فَقَالُوْا

کیا تو خیال کرتا ہے کہ　غار　اور کھوہ کے رہنے والے　ہماری　قدرتوں میں عجب اچنبھا تھے ف　جب جا بیٹھے وہ جوان　پہاڑ کی کھوہ میں　پھر بولے

Brought To You By www.e-iqra.info

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ

اے رب دے ہم کو اپنے پاس سے بخشش اور پوری کر دے ہمارے کام کی درستی پھر تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں چند برس

سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ

گنتی کے ف۱۰ پھر ہم نے ان کو اٹھایا کہ معلوم کریں دو فرقوں میں کس نے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ رہے ف۱۱ ہم سنا دیں تجھ کو ان

عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

کا حال تحقیق وہ کئی جوان ہیں کہ یقین لائے اپنے رب پر اور زیادہ دی ہم نے ان کو سوجھ ف۱۲ اور گرہ دی ان کے دل پر ف۱۳

اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

جب کھڑے ہوئے پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمان اور زمین کا نہ پکاریں گے ہم اس کے سوائے کسی کو معبود نہیں تو کہی ہم نے بات عقل سے دور ف۱۴

هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

یہ ہماری قوم ہے ٹھہرا لئے انہوں نے اللہ کے سوائے اور معبود کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی سند کھلی پھر اس سے بڑا گنہگار کون جس نے باندھا

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ

اللہ پر جھوٹ ف۱۵ اور جب تم نے کنارہ کر لیا ان سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوائے تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں پھیلا دے

رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

تم پر رب تمہارا کچھ اپنی رحمت سے اور بنا دیوے تمہارے واسطے تمہارے کام میں آرام ف۱۶

(۹) **اصحاب کہف کا واقعہ اللہ کی قدرت کا معمولی نمونہ ہے** یعنی حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کے لحاظ سے اصحاب کہف کا قصہ جو آگے مذکور ہے کوئی اچنبھا نہیں جسے حد سے زیادہ عجیب سمجھا جائے۔ زمین آسمان، چاند سورج وغیرہ کا پیدا کرنا، ان کا محکم نظام قائم رکھنا انسان سے ضعیف البنیان کو سب پر فضیلت دینا، انسانوں میں انبیاء کا بھیجنا، ان کی قلیل و بے سروسامان جماعتوں کو بڑے بڑے متکبرین کے مقابلہ میں کامیاب بنانا، خاتم الانبیاء اور رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال کر "غار ثور" میں تین روز ٹھہرانا، کفار کا غار کے منہ تک تعاقب کرنا پھر ان کو بے نیل و مرام واپس لوٹانا، آخر گھر بار چھوڑنے والے مٹھی بھر بے سروسامانوں کو تمام جزیرۃ العرب بلکہ مشرق و مغرب میں اس قدر قلیل مدت کے اندر غالب و منصور کرنا، کیا یہ اور اس قسم کی بیشمار چیزیں "اصحاب کہف" کے قصہ سے کم عجیب ہیں؟ اصل یہ ہے کہ یہود نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آزمائش کے لئے تین سوال کریں۔ روح کیا ہے؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص اہمیت دی تھی۔ اسی لئے اس آیت میں بتلایا گیا کہ وہ اتنا عجیب نہیں۔ جیسے تم سمجھتے ہو، اس سے کہیں بڑھ کر عجیب و غریب نشانات قدرت موجود ہیں۔

اصحاب کہف کی جرأت و استقلال آگے "اصحاب کہف" کا قصہ اول مجملاً پھر مفصلاً بیان فرمایا ہے کہتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے کسی ظالم و جبار بادشاہ کے عہد میں تھے، جس کا نام بعض نے "دقیانوس" بتلایا ہے۔ بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا اور جبر و اکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا۔ عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیوی منافع کی طمع سے اپنے مذاہب

ف۱ بنا دے۔ ف۲ درستی۔

Brought To You By www.e-iqra.info

کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے اُس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا، خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں۔ اُن کے دل خشیت الٰہی اور نور تقویٰ سے بھرپور تھے۔ حق تعالیٰ نے صبر و استقلال اور توکل و تبتل کی دولت سے مالامال کیا تھا۔ بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے "لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا" کا نعرہ مستانہ لگایا اور ایمانی جرأت و استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ اُن کی نوجوانی پر رحم آیا اور کچھ دوسرے مشاغل و مصالح مانع ہوئے کہ انہیں فوراً قتل کر دے۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور و نظر ثانی کر لیں۔ انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جبکہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہر حال خطرہ ہے مناسب ہو گا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں (اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں) دعا کی کہ خداوندا تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنا دے اور رُشد و ہدایت کی جادہ پیمائی میں ہمارا سب انتظام درست کر دے۔ آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تا ضروریات خرید کر لا سکے اور شہر کے احوال و اخبار سے سب کو مطلع کرتا رہے جو شخص اس کام پر مامور تھا اُس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب و اعزہ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں۔ یہ مذاکرہ ہو رہا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان سب پر دفعتہً نیند طاری کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا۔ تھک کر بیٹھ رہے اور بادشاہ کی رائے سے ایک سیسہ کی تختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانہ میں ڈال دیئے گئے تاکہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقہ سے لاپتہ ہو گئی ہے۔ ممکن ہے آگے چل کر اُس کا کچھ سراغ نکلے۔ اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔

اصحاب کہف کون تھے؟ یہ نوجوان کس مذہب پر تھے؟ اس میں اختلاف ہوا ہے بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اصل دین مسیحی کے پیرو تھے۔ لیکن ابن کثیرؒ نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے واللہ اعلم۔ (تنبیہ) "رقیم" پہاڑ کی کھوہ کو کہتے ہیں اور بمعنی "مرقوم" بھی آتا ہے یعنی لکھی ہوئی چیز۔ مسند عبد بن حمید کی ایک روایت میں جسے حافظؒ نے علیٰ شرط البخاری کہا ہے، ابن عباس سے "رقیم" کے دوسرے معنی منقول ہیں یعنی "اصحاب کہف" اور "اصحاب رقیم" ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ غار میں رہنے کی وجہ سے "اصحاب کہف" کہلاتے ہیں اور چونکہ اُن کے نام و صفت وغیرہ کی تختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی۔ اس لئے "اصحاب رقیم" کہلائے۔

اصحاب رقیم اور اصحاب کہف مگر مترجم محقق رحمہ اللہ نے پہلے معنی لئے ہیں اور بہرصورت "اصحاب کہف" و "اصحاب رقیم" کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ "اصحاب رقیم" کا قصہ قرآن میں مذکور نہیں ہوا، محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب کہف کے تذکرہ میں اُس کا حوالہ دیدیا گیا۔ اور فی الحقیقۃ اصحاب رقیم (کھوہ والے) وہ تین شخص ہیں جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے، اُوپر سے ایک بڑا پتھر آپڑا، جس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ اُس وقت اُن میں سے ہر ایک شخص نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دے کر حق تعالیٰ سے فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھل گیا۔ امام بخاریؒ نے اصحاب کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد حدیث الغار کا مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اُس میں ان تین شخصوں کا قصہ مفصل درج کر کے شاید اسی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ "اصحاب رقیم" یہ لوگ ہیں طبرانی اور بزار نے باسناد حسن نعمان بن بشیر سے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "رقیم" کا ذکر فرماتے تھے اور یہ قصہ تین شخصوں کا بیان کیا واللہ اعلم۔

(۱۰) یعنی ایسی تھپکی دی کہ برسوں غار میں پڑے سوتے رہے اِدھر اُدھر کی کوئی خبر اُن کے کانوں میں نہیں پڑتی تھی۔

Brought To You By www.e-iqra.info

(۱۱) **اصحاب کہف کی نیند کی مدت** سالہا سال کے بعد حق تعالیٰ نے اُن کو جگا دیا۔ تا ظاہر ہو جائے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے کس نے اُن کی مدت نوم کا زیادہ صحیح اندازہ رکھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی نوم طویل کے بعد جب بیدار ہوئے تو قدرتی طور پر خود سونے والوں میں اور دوسرے دیکھنے والوں میں بھی اختلافات اور چہ میگوئیاں ہونگی کوئی کم مدت بتلائیگا کوئی زیادہ۔ کوئی اقرار کرے گا۔ کوئی مستبعد سمجھ کر انکار کردیگا۔ تو انہیں جگا کر یہ دیکھنا تھا کہ کونسی جماعت ٹھیک حقیقت پر پہنچی ہے اور اس حقیقت پر پہنچ کر "بعث بعد الموت" کا عقدہ حل کرتی ہے جس میں اُس وقت کے لوگ جھگڑ رہے تھے۔

(۱۲) یعنی ایمان سے زیادہ درجہ دیا اولیاء کا۔

(۱۳) یعنی مضبوط و ثابت قدم رکھا کہ اپنی بات صاف کہدی۔

(۱۴) یعنی جب "رب" وہی ہے تو معبود کسی اور کو ٹھہرانا حماقت ہے۔ "ربوبیت" و "الوہیت" دونوں اسی کے لئے مخصوص ہیں۔

(۱۵) جیسے موحدین توحید پر صاف صاف دلیلیں پیش کرتے ہیں، اگر مشرکین اپنے دعوے میں سچے ہیں تو کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ لائیں کہاں سے؟ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ خدا کے شریک ٹھہرائے جائیں۔

(۱۶) **اصحاب کہف کا توکل اور اس کا انعام** یعنی جب مشرکین کے دین سے ہم علیحدہ ہیں تو ظاہری طور پر بھی اُن سے علیحدہ رہنا چاہیئے اور جب ان کے باطل معبودوں سے کنارہ کیا تو ہر طرف سے ٹوٹ کر تنہا اپنے معبود کی طرف جھکنا اور اُسی سے رحمت و تلطف کا اُمیدوار رہنا چاہیئے۔ آپس میں یہ مشورہ کر کے پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے۔

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ

اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ کر جاتی ہے اُن کی کھوہ سے داہنے کو اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے اُن سے بائیں کو

وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ

اور وہ میدان میں ہیں اُس کے یہ ہے اللہ کی قدرتوں سے **فک** جسکو راہ دیوے اللہ وہی آئے راہ پر اور جس کو وہ بچلائے پھر تو نہ پائے اس کا

ع ۵/۱۴ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَ

کوئی رفیق راہ پر لانیوالا **ف۱۸** اور تو سمجھے وہ جاگتے ہیں اور وہ سو رہے ہیں اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم انکو داہنے اور بائیں اور

كَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ

کتا اُن کا پسار رہا ہے اپنی باہیں چوکھٹ پر اگر تو جھانک کر دیکھے اُن کو تو پیٹھ دے کر بھاگے اُن سے اور بھر جائے تجھ میں اُن کی

رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ

دہشت **ف۱۹** اور اسی طرح اُن کو جگا دیا ہمنے کہ[1] آپس میں پوچھنے لگے ایک بولا اُن میں کتنی دیر ٹھہرے تم۔ بولے ہم ٹھہرے ایک دن یا

بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ

دن سے کم بولے تمہارا رب ہی خوب جانے جتنی دیر تم رہے ہو اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دیکر اپنا اس شہر میں پھر دیکھے

أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ﴿١٩﴾

کونسا کھانا ستھرا ہے سو لائے تمہارے پاس اس میں سے کھانا اور نرمی سے جائے اور جتانہ دے تمہاری خبر کسی کو

[1] تا کہ پوچھیں ایک دوسرے سے

Brought To You By www.e-iqra.info

(۱۷) **غار کی کیفیت** یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اُنہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون و مطمئن ہو کر آرام کرتے رہیں نہ جگہ کی تنگی سے جی گھٹے، نہ کسی وقت دھوپ ستائے۔ غار اندر سے کشادہ اور ہوادار تھا اور جیسا کہ ابن کثیرؒ نے لکھا شمال رویہ ہونے کی وجہ سے ایسی وضع و ہیأت پر واقع تھا جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدون ایذاء دیئے نکل جاتی تھی۔

(۱۸) یعنی ظاہری باطنی رہنمائی سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھو جب دنیا بچل رہی تھی کس طرح اصحاب کہف کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی راہ بتلائی

(۱۹) **اصحاب کہف کی نیند اور انکی ظاہری حالت** کہتے ہیں سوتے میں ان کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر اُن کے ابدان پر ظاہر نہیں ہوا اس سے کوئی دیکھے تو سمجھے جاگتے ہیں اور حق تعالیٰ نے اُن لوگوں میں شان ہیبت وجلال اور اُس مکان میں دہشت رکھی تا لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں۔ اُن کے ساتھ ایک کتا بھی لگ گیا تھا۔ اس پر بھی صحبت کا کچھ اثر پہنچا اور صدیوں تک زندہ رہ گیا۔ اگرچہ کتا رکھنا بُرا ہے لیکن لاکھ بُروں میں ایک بھلا بھی ہے۔ وللہ السعدی الشیرازی ؎ پسر نوح بابداں بنشست ۔ خاندانِ نبوتش گم شد ۔ سگ اصحاب کہف روزے چند ۔ پئے نیکاں گرفت مردم شد۔

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا

وہ لوگ اگر خبر پالیں تمہاری پتھروں سے مار ڈالیں تم کو یا لوٹا لیں تم کو اپنے دین میں اور تب تو بھلا نہ ہوگا تمہارا کبھی ف۲۰ اور اسی طرح خبر ظاہر کردی

عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا

اُن کی تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت کے آنے میں دھوکہ نہیں جب جھگڑ رہے تھے آپس میں اپنی بات پر ف۲۱ پھر کہنے

ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ

لگے بناؤ اُن پر ایک عمارت اُنکا رب خوب جانتا ہے اُن کا حال بولے وہ لوگ جن کا کام غالب تھا ہم بنائیں گے اُن کی جگہ پر

مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ

عبادتخانہ ف۲۲ اب یہی کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا اُن کا کتا اور یہ بھی کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا اُن کا کتا بدون نشانہ دیکھے پتھر چلانا

وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڛ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ

اور یہ بھی کہیں گے وہ سات ہیں اور آٹھواں اُنکا کتا تو کہہ میرا رب خوب جانتا ہے اُن کی گنتی اُن کی خبر نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ سو مت جھگڑ اُن کی بات

اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ ع ۱۵

میں مگر سرسری جھگڑا اور مت تحقیق کر اُن کا حال اُن میں کسی سے ف۲۴

(۲۰) **اصحاب کہف کا جاگنا اور گفتگو** جس طرح اپنی قدرت سے اتنی لمبی نیند سُلایا تھا، اسی طرح بروقت جگا دیا۔ اُٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ بعض نے کہا "ایک آدھ دن" یعنی بہت کم۔ دوسرے بولے کہ (اس بے فائدہ بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ؟) یہ تو خدا ہی کے علم میں ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے۔ اب تم اپنا کام کرو۔ ایک آدمی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو کہ وہ کسی دکان

ؔ ان سب میں۔

سے حلال اور ستھرا کھانا دیکھ کر خرید لائے۔ یہ ضروری ہے کہ اُسے نہایت ہشیاری سے جانا آنا اور نرمی و تدبیر سے معاملہ کرنا چاہئے کہ کسی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ لگے، ورنہ بڑی سخت خرابی ہو گی۔ اگر ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا تو ہم کو یا سنگسار کیا جائے گا یا بجبر و اکراہ دین حق سے ہٹایا جائیگا۔ العیاذ باللہ ایسا ہوا تو جو اعلیٰ کامیابی و فلاح ہم چاہتے ہیں، وہ کبھی حاصل نہ ہو سکیگی۔ کیونکہ دین حق سے پھر جانا گو بجبر و اکراہ ہو اولوالعزم مومنین کا کام نہیں ہو سکتا (تنبیہ) میرے نزدیک "یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ" محض تقلیل مدت سے کنایہ ہے۔ نیند سے اُٹھ کر اتنی طویل مدت بھی اُن کو قلیل محسوس ہوئی۔ سچ ہے "مردہ اور سوتا برابر ہے"۔ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ کا حرف "اَوۡ" کے ساتھ استعمال ایسا سمجھو جیسے سورہ مومنون میں ہے کَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِیۡنَ قَالُوۡا لَبِثۡنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ فَسۡـَٔلِ الۡعَآدِّیۡنَ (مومنون رکوع ۶)

(۲۱) **اہل شہر کو اصحاب کہف کا علم ہونا** ایک اُن میں سے روپیہ لے کر شہر میں داخل ہوا۔ وہاں سب چیز اوپری دیکھی۔ اس مدت میں کئی قرن بدل چکے تھے۔ شہر کے لوگ اس روپیہ کا سکّہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ کس بادشاہ کا نام ہے اور کس عہد کا ہے سمجھے کہ اس شخص نے کہیں سے پُرانا گڑا ہوا مال پالیا ہے۔ شدہ شدہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا۔ اُس نے وہ پُرانی تختی طلب کی جس پر چند نام اور پتے لکھے تھے کہ یہ لوگ دفعۃً نامعلوم طریقہ سے فلاں سنہ میں غائب ہو گئے ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ یہ وہی مفقود الخبر جماعت ہے۔ اس وقت شہر میں "بعث بعد الموت" کے متعلق بڑا جھگڑا ہو رہا تھا کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں کوئی کہتا تھا کہ محض روحانی سے بعث ہے جسمانی نہیں۔ کوئی معاد روحانی و جسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ وقت حق پرست اور منصف تھا، چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی ایسی نظیر ہاتھ لگے جس سے سمجھانے میں آسانی رہے اور استبعاد عقلی کم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظیر بھیجدی۔

اس واقعہ سے آخرت پر استدلال آخر منکرین آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے سننے کے بعد آخرت پر یقین لائے۔ یہ نظارہ خاص طور پر اُن کی طبائع پر اثر انداز ہوا سمجھے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو تنبیہ کی ہے۔ کہ یہ قصّہ بھی دوسری بار جینے سے کم نہیں (تنبیہ) بعض نے "اِذۡ یَتَنَازَعُوۡنَ بَیۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ" کا مطلب یہ لیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اصحاب کہف کے حال سے لوگوں کو اس وقت آگاہ کیا جبکہ اصحاب کہف کے متعلق چرچے اور جھگڑے ہو رہے تھے کہ وہ چند نوجوان جنہیں مدت دراز سے سنتے آتے ہیں کہ یک بیک غائب ہو گئے تھے پھر کچھ پتہ نہ چلا کہاں گئے ہونگے؟ کہاں اُن کی نسل پھیلی ہو گی؟ اب تک زندہ تو کیا ہوتے۔ سب مر گل کر برابر ہو گئے ہونگے؟ اس مسئلہ میں کوئی کچھ کہتا تھا۔ دوسرا کچھ خیال ظاہر کرتا تھا کہ دفعۃً حق تعالیٰ نے حقیقت سے پردہ اٹھا دیا۔ اور سب اختلافات ختم کر دیے

(۲۲) **غار کی جگہ یادگار کی تعمیر** یہ پتہ نہیں کہ اس کے بعد اصحاب کہف زندہ رہے یا انتقال کر گئے؟ انتقال ہوا تو کب ہوا، زندہ رہے تو کب تک رہے یا کب تک رہیں گے۔ بہرحال اہل شہر نے ان کے عجیب و غریب احوال پر مطلع ہو کر فرط عقیدت سے چاہا کہ اس غار کے پاس کوئی مکان بطور یادگار تعمیر کر دیں جس سے زائرین کو سہولت ہو۔ اس میں اختلاف رائے ہوا ہو گا کہ کس قسم کا مکان بنایا جائے۔ اُس اختلاف کی تفاصیل تو خدا ہی کو معلوم ہیں اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ یہ تجویز اُن کی موت کے بعد ہوئی یا اس سے قبل دوبارہ نیند طاری ہونے کی حالت میں۔ اور لوگوں کو غار تک پہنچ کر اُن کی ملاقات میسر ہو سکی یا نہیں۔ تاہم جو بارسوخ اور ذی اقتدار لوگ تھے اُنکی رائے یہ قرار پائی کہ غار کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دی جائے اصحاب کہف کی نسبت بجز اس کے کہ پکے موحد اور متقی تھے، یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ کس نبی کی شریعت کے پیرو تھے۔ لیکن جن لوگوں نے معتقد ہو کر وہاں مکان بنایا وہ نصاریٰ تھے۔ ابو حیان نے "بحر محیط" میں اصحاب کہف کا مقام متعین کرنے کے لئے متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ من شاء فلیراجعہ۔

(۲۳) **اصحاب کہف کی تعداد** یعنی سامعین "اصحاب کہف" کا قصہ سن کر جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے، اٹکل کے تیر چلائیں گے، کوئی کہیگا کہ وہ تین تھے چوتھا کتا تھا، کوئی پانچ بتلا کر چھٹا کُتّے کو شمار کرے گا۔ لیکن یہ سب اقوال ایسے ہیں جیسے کوئی بے نشانہ دیکھے

پھر چلاتا رہے۔ ممکن ہے مختلف باتیں کہنے سے جہل کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان کرنا بھی مقصود ہو کر دیکھیں یہ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہود نے ان کو صحیح تعداد سات کی بتلائی ہو جسکی طرف آگے قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

(۲۴) **اصحاب کی تعداد کے بارے میں ابن عباسؓ کی روایت** یعنی اس قسم کی غیر معتدبہ باتوں میں زیادہ جھگڑنا لا حاصل ہے۔ عدد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں جتنی بات خدا نے بتلا دی اُس سے زیادہ تحقیق کے درپئے ہونا یا جس قدر تردید خدا تعالیٰ کر چکا اس سے زیادہ جھگڑنا اور تردید کرنا فضول ہے۔ ابن عباس نے فرمایا میں اُن قلیل لوگوں میں سے ہوں (جنہوں نے سیاق قرآنی سے معلوم کر لیا کہ) اصحاب کہف سات ہی تھے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے دو قول کو "رجماً بالغیب" فرمایا، تیسرے قول کے ساتھ نہیں فرمایا اس کے علاوہ اسلوب بیان بھی بدلا ہوا ہے **پہلے دونوں جملوں** میں "واؤ عطف" نہ تھا، تیسرے میں وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ عطف کے ساتھ لانے سے گویا اس پر زور دینا ہے کہ اس قول کا قائل پوری بصیرت و وثوق کے ساتھ واقعہ کی تفصیل سے واقف ہے۔ بعض نے اس کی تائید میں یہ بھی کہا ہے کہ پہلے قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ سے ایک قائل کا ہونا، اور قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا الخ سے اُس کے سوا کم از کم تین قائلین کا پھر دوسرے قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ الخ سے اُن کے علاوہ تین اور قائلین کا ثبوت ملتا ہے۔ اس طرح کم از کم سات آدمی ہونے چاہئیں۔ کتا اُن کے علاوہ رہا۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَاْىْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَ

اور نہ کہنا کسی کام کو کہ میں یہ کرونگا کل کو مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کر لے اپنے رب کو جب بھول جائے اور

قُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ

کہہ اُمید ہے کہ میرا رب مجھ کو دکھلائے اس سے زیادہ نزدیک راہ نیکی کی ف۲۵ اور مدت گذری اُن پر اپنی کھوہ میں تین سو برس

وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۖ لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ ۚ مَا لَهُم

اور اُن کے اُوپر نو ف۲۶ تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی مدت اُن پر گذری اسی کے پاس چھپے بھید آسمان اور زمین کے کیا عجیب دیکھتا اور سُنتا ہے ف۲۷ کوئی نہیں

مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ ۖ

بندوں پر اُس کے سوائے مختار اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو ف۲۸ اور پڑھ جو وحی ہوئی تجھ کو تیرے رب کی کتاب سے

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ قف وَلَن تَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم

کوئی بدلنے والا نہیں اسکی باتیں اور کہیں نہ پائیگا تو اُس کے سوائے چھپنے کو جگہ ف۲۹ اور روکے رکھ اپنے آپکو اُن کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو

بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ

صبح اور شام طالب ہیں اسکی مُنہ کے ف۳۰ اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں اُنکو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی دنیا کی ف۳۱ اور نہ کہا مان اُسکا جسکا

أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی کے اور اسکا کام ہے حد پر نہ رہنا ف۳۲

الثلثة

ل سمجھادے۔ ۲ پناہ کی جگہ۔ ۳ رضا ۴ مت سُن اُسکی ۵ خواہش۔ ۶ سے نکل جانا۔

(۲۵) **اس واقعہ کا نزول۔ اور کلمۂ انشاء اللہ کی اہمیت** اصحاب کہف کا قصہ تاریخی کتابوں میں نادرات میں لکھا تھا۔ ہر کسی کو کہاں خبر ہو سکتی، مشرکین نے یہود کے سکھانے سے حضرت سے پوچھا مقصود آپ کی آزمائش تھی، حضرت نے وعدہ کیا کہ کل بتا دونگا اس بھروسہ پر کہ جبریل آئیں گے تو دریافت کر دونگا جبریل پندرہ دن تک نہ آئے۔ حضرت نہایت غمگین ہوئے، مشرکین نے ہنسنا شروع کیا۔ آخر یہ قصہ لیکر آئے اور پیچھے نصیحت کی کہ آئندہ کی بات کے متعلق بغیر "انشاء اللہ" کے وعدہ نہ کرنا چاہیئے۔ اگر ایک وقت بھول جائے تو پھر یاد کر کے کہہ لے۔ اور فرمایا کہ اُمید رکھ کہ تیرا درجہ اللہ اس سے زیادہ کرے یعنی کبھی نہ بھولے (موضح القرآن) یا اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ عجیب طور پر آپ کی حفاظت فرمائے اور کامیاب کرے جیسا کہ غار ثور کے قصہ میں ہوا۔ یا واقعہ کہف سے زیادہ عجیب واقعات و شواہد آپ کی زبان سے بیان کرائے۔

(۲۶) **نیند کی مدت** یعنی شمسی حساب سے پورے تین سو سال کھوہ میں سوتے رہے اور قمری حساب سے نو سال زیادہ ہوئے (مہینوں اور دنوں کی کسور محسوب نہیں کی گئیں)، یا تین سو سال کے بعد ممکن ہے قدرے نیند سے چونکے ہوں پھر سو گئے اور نو سال تک سوتے رہے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ تین سو نو سال جاگنے کے بعد سے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک کی مدت بیان فرمائی۔ یعنی لوگوں سے مل ملا کر پھر سو رہے جس کو آپکے زمانہ تک اتنا عرصہ گذرا واللہ اعلم۔ (لطیفہ) ہمارے زمانہ میں صوبہ زیشوان میں ایک شخص دو سو باون ۲۵۲ سال کی عمر رکھتا ہے۔ چوبیسویں شادی ابھی حال میں کی ہے۔

(۲۷) **اللہ کا علم و قدرت** جتنی مدت سو کر وہ جاگے تھے، تاریخ والے کئی طرح بتاتے تھے۔ سب سے ٹھیک وہ ہی ہے جو اللہ بتائے آسمان و زمین کے تمام پوشیدہ راز اُسی کے علم میں ہیں، کوئی چیز اس کی آنکھ سے اوجھل نہیں۔

(۲۸) یعنی جس طرح اُسکا علم محیط ہے، اس کی قدرت و اختیار بھی سب پر حاوی ہے۔ جیسے غیوب سموات و ارض کے علم میں اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اختیارات قدرت میں بھی کوئی سہیم و شریک نہیں ہو سکتا۔

(۲۹) **آنحضرت کو تلاوت وحی کا حکم** پہلے "اصحاب کہف کے قصہ پر فرمایا تھا" فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا"، مطلب یہ ہے کہ بیکار چیزوں میں زیادہ اُلجھنے اور کاوش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں مشغول رہیئے۔ یعنی جو جامع و مانع اور کافی و شافی کتاب تیرے رب نے مرحمت فرمائی۔ اُسے پڑھ کر سناتے رہیئے۔ خدا نے جو باتیں اس میں سنائیں اور جو وعدے کیئے کوئی طاقت نہیں جو انہیں بدل یا ٹال سکے یا غلط ثابت کر سکے۔ اگر کوئی ان باتوں کو بدلنے کے درپے ہوگا یا اس کتاب کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کریگا وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے مجرم کے لیئے کہیں پناہ نہیں۔ ہاں وفاداروں کو پناہ دینے کے لیئے اس کی رحمت وسیع ہے۔ دیکھو تو "اصحاب کہف" کو جو خدا کی باتوں پر جمے رہے، کیسی اچھی جگہ اپنے فضل سے عنایت فرمائی۔

(۳۰) **بعض صحابہ کی مدح اور فضیلت** یعنی اس کے دیدار اور خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں۔ حلال و حرام میں تمیز کرتے ہیں خالق و مخلوق دونوں کے حقوق پہچانتے ہیں، گو دنیوی حیثیت سے معزز اور مالدار نہیں۔ جیسے صحابہ میں اُس وقت عمار، صہیب، بلال، ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم تھے۔ ایسے مومنین مخلصین کو اپنی صحبت و مجالست سے مستفید کرتے رہیئے۔ اور کسی کے کہنے سُننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجیئے۔

(۳۱) **سرداران کفار کی مذمت** یعنی اُن غریب شکستہ حال مخلصین کو چھوڑ کر موٹے موٹے متکبر دنیاداروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اٹھایئے کہ اُن کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بڑی رونق ہوگی۔ اسلام کی اصلی عزت و رونق مادی خوشحالی اور چاندی سونے کے سکّوں

Brought To You By www.e-iqra.info

سے نہیں۔ مضبوط ایمان وتقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے۔ دنیا کی ٹیپ ٹاپ محض فانی اور سایہ کی طرح ڈھلنے والی ہے، حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ہے جسے نہ شکست ہے نہ زوال، چنانچہ اصحاب کہف کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنیوالوں اور دنیا کے طالبوں کا انجام معلوم ہو چکا۔

(۳۲) یعنی جن کے دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہش کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں، خدا کی اطاعت میں ہیٹے اور ہوا پرستی میں آگے رہنا اُن کا شیوہ ہے، ایسے بدمست غافلوں کی بات پر آپ کان نہ دھریں خواہ وہ بظاہر کیسے ہی دولتمند اور جاہ وثروت والے ہوں۔ روایات میں ہے کہ بعض صنادید قریش نے آپ سے کہا کہ ان رذیلوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے تاکہ سردار آپ کے پاس بیٹھ سکیں رذیل کہا غریب مسلمانوں کو اور سردار دولتمند کافروں کو۔ ممکن ہے آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ ان غرباء کو تھوڑی دیر علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو پکے مسلمان ہیں مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہونگے اور یہ دولتمند اس صورت میں اسلام قبول کر لیں گے۔ اس پر یہ آیت اُتری کہ آپ ہرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانئے کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ہی ظاہر کرتی ہے کہ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ پھر محض موہوم فائدہ کی خاطر مخلصین کا احترام کیوں نظر انداز کیا جائے نیز امیروں اور غریبوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنے سے احتمال ہے کہ عام لوگوں کے قلوب میں پیغمبر کی طرف سے معاذ اللہ نفرت اور بدگمانی پیدا ہو جائے جس کا ضرر اس ضرر سے کہیں زائد ہوگا جو ان چند متکبرین کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تصور کیا جا سکتا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا

اور کہہ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے ف۳۳ ہمنے تیار کر رکھی ہے گنہگاروں کے واسطے آگ

اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَ

کہ گھیر رہی ہیں انکو اُسکی قناتیں ف۳۴ اور اگر فریاد کریں گے تو ملیگا پانی جیسے پیپ بھون ڈالے منہ کو کیا بُرا پینا ہے اور

سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

کیا بُرا آرام ف۳۵ بیشک جو لوگ یقین لائے اور کیں نیکیاں ہم نہیں کھوتے بدلہ اُس کا جس نے بھلا کیا کام ف۳۶

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ

ایسوں کے واسطے باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں پہنائے جائینگے اُن کو وہاں کنگن سونے کے ف۳۷ اور پہنیں گے

ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـــِٕيْنَ فِيْهَا عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ

کپڑے سبز باریک اور گاڑھے ریشم کے ف۳۸ تکیہ لگائے ہوئے اُن میں تختوں پر کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب

ع ۹ / ۱۶ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

آرام ف۳۹ اور بتلا اُن کو مثل[1] دو مردوں کی[2] ف۴۰ کر دیئے[3] ہمنے اُن میں سے ایک کیلئے دو باغ انگور کے اور گرد اُن کے

بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾

کھجوریں اور رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی ف۴۱

[1] لاہی اور تافتے کے۔ [2] قصہ ۲ کا۔ [3] بنا دیے۔

(۳۳) **حق ظاہر ہو چکا** یعنی خدا کی طرف سے سچی باتیں سُنادی گئیں، کسی کے ماننے کی اُسے کچھ پروا نہیں جو کچھ نفع نقصان ہوگا صرف تمہارا ہوگا۔ ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سوچ لیں جو آگے بیان کیا جاتا ہے دنیا کی چہل پہل محض ہیچ اور فانی ہے۔ اس کا لطف جب ہی ہے کہ فلاح آخرت کا ذریعہ بنے۔ وہاں محض دنیا کا تمول کام نہ دیگا۔ بلکہ جو یہاں شکستہ حال تھے بہت سے وہاں عیش و آرام میں ہوں گے۔

(۳۴) وہ قناتیں بھی آگ کی ہونگی۔

(۳۵) **دوزخ کا پانی** یعنی گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی تو العطش پکاریں گے۔ تب تیل کی تلچھٹ یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائیگا۔ جو سخت حرارت اور تیزی کی وجہ سے مُنہ کو بھُون ڈالیگا۔

(۳۶) یعنی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی گُم نہ ہوگی۔ پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(۳۷) **اہل جنّت کی نعمتیں** تاکہ دکھلا دیا جائے کہ اصلی اور دائمی دولتمند کون لوگ ہیں۔ کنگن یا ریشمی کپڑوں اور اسی طرح جنّت کی تمام نعمتوں کی خاص کیفیت کو ہم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ہماری محسوسات میں اُس موطن کی کوئی پوری مثال موجود نہیں۔

(۳۸) شاید ابرا باریک ریشم کا اور استر دبیز ریشم کا ہو۔ کما یفہم من قولہ تعالیٰ "بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ" (رحمٰن رکوع ۳) یا دونوں قسمیں الگ الگ استعمال کیجائیں۔ واللہ اعلم۔ موضح القرآن میں ہے۔ حضرت نے فرمایا سونا اور ریشمی کپڑا مردوں کو ملنا ہے بہشت میں۔ جو کوئی یہاں یہ چیزیں پہنے وہاں نہ پہنیگا۔

(۳۹) یعنی مسہریوں پر تکیہ مسند لگائے نہایت عزت و آرام سے بیٹھے ہونگے۔

(۴۰) **دو شخصوں کی مثال** یہ کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال بیان فرمائی، جس کے ضمن میں دنیا کی بے ثباتی، کفر و تکبّر کی بدانجامی اور ایمان و تقویٰ کی مقبولیت پر متنبہ کرنا ہے۔ یہ دو شخص جن کی مثال بیان ہوئی واقعی موجود تھے؟ یا محض تفہیم کے لئے مثال فرض کرلی گئی؟ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں اور تمثیل کا فائدہ بہرحال حاصل ہے۔

(۴۱) یعنی باغوں کے گرد باڑھ کھجور کی لگائی اور دونوں باغوں کے درمیان میں زمین چھوڑی جس میں زراعت ہوتی تھی تا غلّے اور پھل (قوت اور فواکہ) سب تیار ملیں۔

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝۳۳ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ

دونوں باغ لاتے ہیں اپنا میوہ اور نہیں گھٹاتے اُس میں سے کچھ ف۴۲ اور بہادی ہم نے اُن دونوں کے بیچ نہر ف۴۳ اور ملا اُسکو پھل ف۴۴ پھر بولا

لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝۳۴ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ

اپنے ساتھی[1] سے جب باتیں کرنے لگا اس سے میرے پاس زیادہ ہے تجھ سے مال اور آبرو کے لوگ ف۴۵ اور گیا اپنے باغ میں اور وہ بُرا کر رہا تھا اپنی جان پر ف۴۶ بولا نہیں آتا

اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝۳۵ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا

مجھکو خیال کہ خراب ہووے یہ باغ کبھی اور نہیں خیال کرتا ہوں میں کہ قیامت ہونیوالی ہے اور اگر کبھی پہنچا دیا گیا میں اپنے رب کے پاس پاؤنگا بہتر اس سے

مُنْقَلَبًا ۝۳۶ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ

وہاں پہنچ کر[2] ف۴۷ کہا اُس کو دوسرے نے جب بات کرنے لگا کیا تو منکر ہو گیا اُس سے جس نے پیدا کیا تجھ کو مٹی سے پھر قطرہ سے پھر

[1] دوسرے۔ [2] کہیں پہنچ گیا۔

Brought To You By www.e-iqra.info

سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ

پورا کر دیا تجھ کو مرد　پھر میں تو یہی کہتا ہوں وہی اللہ ہے میرا رب اور نہیں مانتا شریک اپنے رب کا کسی کو ف۴۸　اور جب تو آیا تھا اپنے باغ میں کیوں نہ کہا تو نے

مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ

جو چاہے اللہ سو ہو طاقت نہیں مگر جو دے اللہ　ف۴۹ اگر تو دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد میں　تو امید ہے کہ میرا رب دیوے مجھ کو تیرے باغ سے

خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا

بہتر　ف۵۰ اور بھیج دے اس پر لو کا ایک جھونکا آسمان سے پھر صبح کو رہ جائے میدان　صاف　یا صبح کو ہو رہے اس کا پانی

غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ

خشک پھر نہ لاسکے تو اس کو ڈھونڈھ کر　ف۵۱ اور سمیٹ لیا گیا اس کا سارا پھل پھر صبح کو رہ گیا ہاتھ نچاتا ف۵۲ اس مال پر جو اس میں لگایا تھا اور وہ گرا پڑا تھا

عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اپنی چھتریوں پر ف۵۳ اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا اگر میں شریک نہ بناتا اپنے رب کا کسی کو ف۵۴ اور نہ ہوئی اس کی جماعت کہ مدد کریں اس کی اللہ کے سوائے اور نہ ہوا

ع ۵ ۱۷ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ

وہ کہ خود بدلہ لے سکے　ف۵۵ یہاں سب اختیار ہے اللہ سچے کا اسی کا انعام بہتر ہے اور اچھا ہے اسی کا دیا ہوا بدلہ ف۵۶ اور بتلا دے ان کو مثل دنیا کی زندگی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ

کی جیسے پانی اتارا　ہم نے　آسمان سے　پھر رلا ملا نکلا اس کی وجہ سے زمین کا سبزہ　پھر کل کو ہو گیا چورا چورا　ہوا میں اڑتا ہوا ف۵۷

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

اور اللہ کو ہے　ہر چیز　پر　قدرت　ف۵۸

(۴۲) یعنی یہ نہیں کہ ایک باغ پھلا دوسرا نہ پھلا۔ یا ایک درخت زیادہ آیا دوسرا کم۔

(۴۳) یعنی باغوں کے درمیان نہر کا پانی قرینہ سے پھر رہا تھا کہ منظر فرحت بخش رہے اور بارش نہ ہو تب بھی باغ وغیرہ خشکی سے خراب نہ ہونے پائے

(۴۴) یعنی جو خرچ کیا یا کمائی کی اس کا پھل خوب ملا۔ اور ہر قسم کے سامان عیش و رفاہیت جمع ہو گئے نکاح کیا تو اس کا پھل بھی اچھا پایا اولاد کثرت سے ہوئی۔

(۴۵) **مال و دولت کا نشہ** یعنی مال و دولت اور جتھا میرے پاس تجھ سے کہیں زائد ہے۔ اگر میں مشرکانہ اطوار اختیار کرنے میں باطل پر ہوتا تو اس قدر آسائش اور فراخی کیوں ملتی اس کے مشرک ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آفت آنے کے بعد پچھتا کر کہتا تھا "یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا" معلوم ہوتا ہے کہ اس کا غریب ساتھی جو پکا مُوَحِّد تھا شرک کے باطل ہونے کا اظہار اور شرک سے تائب ہونے کی نصیحت کر رہا ہو گا جس کے جواب میں یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں، جتھے میں، ہر چیز میں زیادہ ہوں کس طرح یقین کر لوں کہ میں باطل پر ہوں اور تجھ جیسا مفلس قلاش حق پر ہو۔

(۴۶) یعنی شرک میں مبتلا تھا۔ کبر و غرور کا نشہ دماغ میں بھرا ہوا تھا، دوسروں کو حقیر جانتا تھا۔ اور خدا کی قدرت و جبروت پر نظر نہ تھی۔ نہ یہ سمجھتا

۱؎ کہا ہوتا ۲؎ ہوتا ہے۔ ۳؎ تیرے باغ پر گرم لو۔ ۴؎ پیڑ، چٹیل۔ ۵؎ ٹٹیوں پر۔ ۶؎ وہاں ۷؎ رل مل کر۔

Brought To You By www.e-iqra.info

تھا کہ آگے کیا انجام ہونے والا ہے بس یہ ہی باغ اُس کی جنت تھی جس کو آپ خیر سے ابدی سمجھتے تھے۔

(۴۷) **مال کی وجہ سے آخرت سے انکار** یعنی اب تو آرام سے گذرتی ہے۔ اور میں نے سب انتظامات ایسے مکمل کر لئے ہیں کہ میری زندگی تک ان باغوں کے تباہ ہونے کا بظاہر کوئی کھٹکا نہیں۔ رہا بعد الموت کا قصہ، سو اوّل تو مجھے یقین نہیں کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ زندگی ملے گی؟ اور ہم خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے لیکن اگر ایسا ہوا تو یقیناً مجھے یہاں سے بہتر سامان وہاں ملنا چاہئے اگر ہماری حرکات خدا کو ناپسند ہوتیں تو دنیا میں اتنی کشائش کیوں دیتا۔ گویا یہاں کی فراخی علامت ہے کہ وہاں بھی ہم عیش اڑائیں گے۔

(۴۸) **اس کے مومن دوست کا جواب** یعنی جس خدا نے تیری اصل (آدم علیہ السلام) کو بے جان مٹی سے، پھر تجھ کو زمینی پیداوار کے خلاصہ اور ایک قطرہ ناچیز سے پیدا کر کے زندگی بخشی اور جسمانی و روحانی قوتیں دے کر ہٹا کٹا مرد بنایا، کیا تجھے انکار ہے کہ وہ تیرے مرے پیچھے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ یا دی ہوئی نعمت چھین نہیں سکتا؟ میرا تو یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ تنہا ہمارا رب ہے۔ اُس کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں، پھر بھلا اُس کے حکم و اختیار کے سامنے کون دم مار سکتا ہے۔

(۴۹) **مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے کلمہ کی تلقین** یعنی مال تو اللہ کی نعمت ہے۔ پر اترانے اور کفر بکنے سے آفت آتی ہے چاہئے تھا کہ باغ میں داخل ہوتے وقت "مَا اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا" کی جگہ "مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کہتا۔ یعنی خدا جو چاہے عطا فرمائے، ہم میں جو کچھ زور و قوت ہے اسی کی امداد و اعانت سے ہے۔ وہ چاہے تو ایک دم میں سلب کر لے روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہی لفظ کہے۔ "مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"

(۵۰) دنیا میں یا آخرت میں۔

(۵۱) یعنی ایک گرم بگولا اُٹھے یا اور کوئی آفت سماوی نازل ہو جو تیرے تکبر و تجبر کی سزا میں باغ کو تہس نہس کر کے صاف چٹیل میدان بنا دے یا نہر کا پانی خشک ہو کر رہ جائے۔ پھر باوجود کوشش کے جاری نہ ہو۔

(۵۲) یعنی کفِ افسوس ملتا رہ گیا۔

(۵۳) **باغ و اسباب کی تباہی** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "آخر اُس کے باغ پر وہ ہی ہوا جو اُس مردِ نیک کی زبان سے نکلا تھا رات کو آفت سماوی آگ کی صورت میں آئی۔ سب جل کر ڈھیر ہو گیا۔ مال خرچ کیا تھا پونجی بڑھانے کو وہ اصل بھی کھو بیٹھا۔

(۵۴) **اپنے شرک پر ندامت** مگر اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اور یہ افسوس و ندامت بھی خدا سے ڈر کر نہیں، محض دنیوی ضرر پہنچنے کی بنا پر تھی۔

(۵۵) یعنی نہ جتھا کام آیا، نہ اولاد، نہ فرضی معبود جنہیں خدائی کا شریک ٹھہرا رکھا تھا۔ اور نہ خود اپنی ذات میں اتنی طاقت تھی کہ خدا کے عذاب کو روک دیتا یا بدلہ لے سکتا۔

(۵۶) یعنی جس عمل کا جو بدلہ کسی کو دے وہ ہی ٹھیک ہے۔ یہاں اور وہاں ہر جگہ اختیار اسی کا چلتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے فیصلہ میں دخل دے سکے۔

(۵۷) **دنیا کی زندگی کی مثال** یعنی دنیا کی عارضی بہار اور فانی و سریع الزوال تر و تازگی کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مُردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا، وہ یک بیک جی اُٹھی، گنجان درخت اور مختلف اجزاء سے رلا ملا سبزہ نکل آیا۔ لہلہاتی کھیتی آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔ مگر چند روز ہی گذرے کہ زرد ہو کر سوکھنا شروع ہو گئی۔ آخر ایک وقت آیا کہ کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی گئی۔ پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑائی گئی۔ یہ ہی حال دنیا کے دیدہ زیب و ابلہ فریب بناؤ سنگار کا سمجھو۔ چند روز کے لئے خوب ہری بھری نظر آتی ہے۔ آخر میں چورہ ہو کر ہوا میں اڑ جائیگی۔ اور کٹ

Brought To You By www.e-iqra.info

چھٹ کر سب میدان صاف ہو جائیگا جیسا کہ آگے "وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً" میں اشارہ کیا ہے۔

(۵۸) یعنی جب چاہے پھر جلا دے۔ (موضح القرآن) یا یہ کہ اُگانا اور چورا کر کے اڑا دینا سب اُسی کے دست قدرت میں ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ

مال اور بیٹے رونق ہیں دنیا کی زندگی میں اور باقی رہنے والی نیکیوں کا بہتر ہے تیرے رب کے یہاں بدلا اور بہتر ہے

اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾

توقع ف۵۹ اور جس دن ہم چلائیں پہاڑ اور تو دیکھے زمین کو کھلی ہوئی ف۶۰ اور گھیر بلائیں ہم انکو پھر نہ چھوڑیں اُن میں سے ایک کو ف۶۱

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ ۡ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ

اور سامنے آئیں تیرے رب کے صف[1] باندھ کر آ پہنچے تم ہمارے پاس جیسے ہم نے بنایا تھا تم کو پہلی بار نہیں تم تو کہتے تھے کہ نہ مقرر کرینگے ہم تمہارے لئے

مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا

کوئی وعدہ ف۶۲ اور رکھا جائیگا حساب کا کاغذ پھر تو دیکھے گنہگاروں کو ڈرتے ہیں اُس سے جو اسمیں لکھا ہے ف۶۳ اور کہتے ہیں ہائے خرابی کیسا ہے یہ

الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ وَاِذْ ع ۶/۱۸

کاغذ نہیں چھوٹی اس سے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو اسمیں نہیں آگئی[2] اور پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے ف۶۴ اور تیرا رب ظلم نہ کرے گا کسی پر ف۶۵ اور جب

قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ

کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس تھا جن کی قسم سے سو نکل بھاگا اپنے رب کے حکم سے

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

سو کیا اب تم ٹھہراتے ہو اُس کو اور اُسکی اولاد کو رفیق میرے سوائے اور وہ تمہارے دشمن ہیں بُرا ہاتھ لگا بے انصافوں کے بدلہ ف۶۶

(۵۹) **مال و اولاد اور باقی رہنے والی نیکیاں** یعنی مرنے کے بعد مال و اولاد وغیرہ کام نہیں آتے صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں جن کا اثر یا ثواب آئندہ باقی رہنے والا ہو۔ حدیث میں "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" ان کلمات کو باقیات صالحات فرمایا۔ یہ محض مثال کے طور پر ہے۔ ورنہ تمامی اعمال حسنہ اس میں داخل ہیں۔ موضح القرآن میں ہے "رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سکھا جائے جو جاری رہے یا کوئی نیک رسم چلا جائے یا مسجد، کنواں، سرائے، باغ، کھیت وقف کر جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح چھوڑ جائے"، اسی قسم کے کام ہیں جن پر خدا کے ہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے اور انسان عمدہ توقعات قائم کر سکتا ہے۔ دُنیا کی فانی و زائل خوشحالی پر لمبی چوڑی اُمیدیں باندھنا عقلمندی نہیں۔

(۶۰) **قیامت کے دن پہاڑ اور زمین کا حال** یعنی جب قیامت آئے گی پہاڑ جیسی سخت مخلوق بھی اپنی جگہ سے چلائی جائیگی بلکہ اُس کی بھاری بھاری چٹانیں دُھنی ہوئی اُون کی طرح فضا میں اُڑتی پھریں گی۔ غرض زمین کے سارے اُبھار مٹ مٹا کر سطح ہموار اور کھلی ہوئی رہ جائے گی۔

[1] قطار [2] گھیر لی۔

Brought To You By www.e-iqra.info

(۶۱) یعنی کوئی شخص خدائی عدالت سے غیر حاضر نہ ہو سکیگا۔

(۶۲) **محشر میں اُمتوں کی صفیں** منکرین بعث کو تقریع و توبیخ کے طور پر یہ کہا جائیگا کہ تم تو قیامت وغیرہ کو محض ڈھکوسلہ سمجھتے تھے آج سب جتھا اور اثاثہ چھوڑ کر ننگ دھڑنگ کہاں آپہنچے۔ اور "جیسا بنایا تھا پہلی بار" میں یہ بھی داخل ہے کہ بدن میں کچھ زخم ونقصانات وغیرہ نہ رہیگا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں کل ایک سو بیس صفیں ہونگی جن میں اسّی اُمت محمدیہ کی ہیں۔

(۶۳) **اعمال نامے** یعنی اعمالنامہ ہر ایک کے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ اُس میں اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھئے آج کیسی سزا ملتی ہے۔

(۶۴) یعنی ذرّہ ذرّہ عمل آنکھوں کے سامنے ہوگا اور ہر ایک چھوٹی بڑی بدی یا نیکی اعمالنامہ میں مندرج پائیں گے۔

(۶۵) **حشر میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا** حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ظلم کا بایں معنی تو امکان ہی نہیں کہ وہ غیر کی ملک میں تصرف کرے، کیونکہ تمام مخلوق اسی کی ملک ہے۔ لیکن ظاہر میں جو ظلم نظر آئے اور بے موقع کام سمجھا جائے۔ وہ بھی نہیں کرتا، نہ کسی کو بے قصور پکڑتا ہے نہ کسی کی ادنٰی نیکی کو ضائع ہونے دیتا ہے۔ بلکہ اپنی حکمت بالغہ سے نیکی وبدی کے ہر ایک درخت پر وہ ہی پھل لگاتا ہے جو اس کی طبیعت نوعیہ کا اقتضاء ہو۔ ؎ گندم از گندم بروید جو ز جو ۔ از مکافاتِ عمل غافل مشو کفر وایمان اور طاعت ومعصیت میں خالق الکل نے اسی طرح کے علیحدہ علیحدہ خواص وتاثیرات رکھ دی ہیں۔ جیسے زہر اور تریاق میں۔ آخرت میں حشر ونشر کے یہ تمام خواص وآثار علانیہ ظاہر ہو جائیں گے۔

(۶۶) **ابلیس جنّ تھا** راجح یہی ہے کہ ابلیس نوع جن سے تھا، عبادت میں ترقی کر کے گروہ ملائکہ میں شامل ہو گیا۔ اسی لئے فرشتوں کو جو حکم سجود ہوا اس کو بھی ہوا اُس وقت اس کی اصلی طبیعت رنگ لائی۔ تکبر کر کے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری سے بھاگ نکلا، آدم کے سامنے سر جھکانے میں کسر شان سمجھی۔ تعجب ہے آج آدم کی اولاد اپنے رب کی جگہ اُسی دشمن ازلی اور اُس کی اولاد واتباع کو اپنا رفیق وخیر خواہ اور مددگار بنانا چاہتی ہے۔ اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ظلم کیا ہوگا۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گذر چکا ہے۔ یہاں اس پر متنبہ کرنے کے لئے لائے ہیں کہ دنیائے فانی کی ٹیپ ٹاپ پر مغرور ہو کر آخرت سے غافل ہو جانا شیطان کی تحریک وتسویل سے ہے چاہتا ہے کہ ہم اپنے اصلی و آبائی وطن (جنّت) میں واپس نہ جائیں۔ اس کا مطمح نظر یہ ہے کہ دوست بن کر ہم سے پُرانی دشمنی نکالے آدمی کو لازم ہے کہ ایسے چالاک دشمن سے ہشیار رہے۔ جو لوگ دنیوی متاع پر مغرور ہو کر ضعفاء کو حقیر سمجھتے اور اپنے کو بہت لمبا کھینچتے ہیں، وہ تکبر وتفاخر میں شیطان لعین کی راہ پر چل رہے ہیں۔ (تنبیہ) ابن کثیر نے بعض روایات نقل کر کے جن میں ابلیس کی اصل نوع ملائکہ میں سے بتلائی گئی ہے، لکھا ہے کہ ان روایات کا غالب حصہ اسرائیلیات میں سے ہے جنہیں بہت نظر وفکر کے بعد احتیاط کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے اور ان میں کی بعض چیزیں تو یقیناً جھوٹ ہیں۔ کیونکہ قرآن اُن کی صاف تکذیب کرتا ہے۔ آگے ابن کثیر نے بہت وزندار الفاظ میں اسرائیلیات کے متعلق جو کچھ کلام کیا ہے، دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہاں بخوف تطویل ہم درج نہیں کر سکتے۔

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ

دکھلا نہیں لیا تھا میں نے اُنکو بنانا آسمان اور زمین کا اور نہ بنانا خود اُن کا اور میں وہ نہیں کہ بناؤں بہکانے والوں کو

عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

اپنا مددگار[1] ﴿۶۷﴾ اور جس دن فرمائیگا پکارو میرے شریکوں کو﴿۶۸﴾ جنکو تم مانتے تھے پھر پکاریں گے سو وہ جواب نہ دیں گے اُن کو اور کر دینگے ہم اُنکے بیچ

[1] قوت بازو۔

مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا ع ۷ / ۱۹

مرنے کی جگہ ف۶۹ اور دیکھیں گے گنہگار آگ کو پھر سمجھ لیں گے کہ اُن کو پڑنا ہی اُس میں اور نہ بدل سکیں گے اس سے رستہ ف۷۰ اور بیشک پھیر پھیر کر سمجھائی

فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ

ہمنے اس قرآن میں لوگوں کو ہر ایک مثل اور ہے انسان سب چیز سے زیادہ جھگڑالو ف۷۱ اور لوگوں کو جو روکا اس بات سے

يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ

کہ یقین لے آئیں جب پہنچی اُن کو ہدایت اور گناہ بخشوائیں اپنے رب سے سو اسی انتظار نے کہ پہنچے اُن پر رسم پہلوں کی یا آکھڑا ہو اُن پر عذاب

قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ

سامنے کا ف۷۲ اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں سو خوشخبری اور ڈر سنانے کو ف۷۳ اور جھگڑا کرتے ہیں کافر جھوٹا جھگڑا

لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

کہ ٹلادیں اُس سے سچی بات کو ف۷۴ اور ٹھہرالیا انہوں نے میرے کلام کو اور جو ڈر سنائے گئے ٹھٹھا ف۷۵ اور اُس سے زیادہ ظالم کون جس کو سمجھایا اُسکے رب کے

فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ

کلام سے پھر منہ پھیر لیا اُسکی طرف سے اور بھول گیا جو کچھ آگے بھیج چکے ہیں اسکے ہاتھ ف۷۶ ہمنے ڈال دیے ہیں اُنکے دلوں پر پردے کہ اس کو نہ سمجھیں اور اُنکے کانوں میں ہے

وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾

بوجھ اور اگر تو ان کو بلائے راہ پر تو ہرگز نہ آئیں راہ پر اس وقت کبھی ف۷۷

(۶۷) **شیاطین کی مذمت** یعنی زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے ان شیاطین کو بلایا نہ تھا کہ ذرا آکر دیکھ جائیں۔ ٹھیک بنا ہے یا کچھ اونچ نیچ رہ گئی۔ غرض نہ ان سے تکوین وایجاد عالم میں کچھ مشورہ لیا گیا نہ مدد طلب کی گئی، بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت تو سرے سے یہ موجود ہی نہ تھے۔ خود ان کو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیسا بنایا جائے یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کروں ذرا آکر میری مدد کرو۔ اور بالفرض محال مدد بھی لیتا اور قوت بازو بھی بناتا تو کیا ان بدبخت اشقیاء کو؟ جنہیں جانتا ہوں کہ لوگوں کو میری راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے آدمیوں نے ان کو خدائی کا درجہ کیسے دیدیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر انہیں کیوں رفیق و مددگار بنانے لگے۔ "سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا"۔

(۶۸) یعنی جن کو میرا شریک بنا رکھا تھا۔ بلاؤ! تا اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کریں۔

(۶۹) **مشرکین اور شرکاء کی حالت** اس وقت رفاقت اور دوستی کی ساری قلعی کھل جائیگی ایک دوسرے کے نزدیک بھی نہ جا سکیں گے۔ کام آنا تو درکنار دونوں کے بیچ میں عظیم و وسیع خندق آگ کی حائل ہو گی (اعاذنا اللّٰہ منہا)

(۷۰) یعنی شروع شروع میں شاید کچھ معافی کی امید ہو گی لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائیگا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

(۷۱) **انسان جھگڑالو ہے** یعنی قرآن کریم کس طرح مختلف عنوانات اور قسم قسم کی دلائل و امثلہ سے سچی باتیں سمجھاتا ہے۔ مگر انسان کچھ ایسا جھگڑالو واقع ہوا ہے کہ صاف اور سیدھی باتوں میں بھی کٹ حجتی کئے بغیر نہیں رہتا۔ جب دلائل کا جواب بن نہیں پڑتا تو جہل اور

۱؎ موت کا سامان۔ ۲؎ نہ پاوینگے اُس سے پھر جانے کی راہ

Brought To You By www.e-iqra.info

دوراز کار فرمائشیں شروع کر دیتا ہے کہ فلاں چیز دکھاؤ تو مانونگا۔

(۷۲) **قبول ہدایت سے اب کیا چیز مانع ہے؟** یعنی ان کے ضد و عناد کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن ایسی عظیم الشان ہدایت پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول عُذر ان کے پاس باقی نہیں۔ آخر قبول حق میں اب کیا دیر ہے اور کاہے کا انتظار ہے۔ بجز اس کے کہ پہلی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ ان کو بکلی تباہ کر ڈالے۔ یا اگر تباہ نہ کیے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الٰہی آنکھوں کے سامنے آکھڑا ہو۔ ہکذا الفہم من تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کچھ اور انتظار نہیں رہا مگر یہی کہ پہلوں کی طرح ہلاک ہوویں یا قیامت کا عذاب آنکھوں سے دیکھیں۔"

(۷۳) ان کو یہ اختیار نہیں کہ جب تم مانگو یا جب وہ چاہیں عذاب لا کھڑا کریں۔

(۷۴) یعنی جھوٹے جھگڑے اٹھا کر اور کٹ حجتی کر کے چاہتے ہیں کہ حق کی آواز پست کر دیں اور جھوٹ کے زور سے سچائی کا قدم ڈگمگا دیں ایسا کبھی نہ ہوگا۔

(۷۵) یعنی کلام اللہ سے ٹھٹھا کرتے ہیں اور جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اُس کی ہنسی اُڑاتے ہیں۔

(۷۶) یعنی کبھی بھول کر بھی خیال نہ آیا کہ تکذیب حق اور استہزاء و تمسخر کا جو ذخیرہ آگے بھیج رہا ہے اُس کی سزا کیا ہے۔

(۷۷) **کفّار کے دلوں پر پردے** یعنی اُن کے جدال بالباطل اور استہزاء بالحق کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے اور کانوں میں ڈاٹ ٹھونک دی۔ اب نہ حق کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بالکل مسخ ہو گئے۔ پھر حق کی طرف متوجہ ہوں تو کیسے ہوں اور انجام کا خیال کریں تو کیسے کریں۔ ایسے بدبختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا

اور تیرا رب بڑا بخشنے والا ہے رحمت والا اگر ان کو پکڑے اُن کے کیے پر تو جلد ڈالے اُن پر عذاب ف۷۸ پر اُن کیلئے ایک وعدہ ہے کہیں نہ پائیں گے

مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝۵۸ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹ وَاِذْ قَالَ ع ۸

اس سے ورے سرک جانے کو جگہ ف۷۹ اور یہ سب بستیاں ہیں جن کو ہم نے غارت کیا جب وہ ظالم ہو گئے اور مقرر کیا تھا ہم نے انکی ہلاکت کا ایک وعدہ ف۸۰ اور جب کہا

مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝۶۰ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا

موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹونگا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں ف۸۱ پھر جب پہنچے دونوں دریا کے ملاپ تک

نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۶۱ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا

بھول گئے اپنی مچھلی پھر اُس نے اپنی راہ کر لی دریا میں سرنگ بنا کر ف۸۲ پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو لا ہمارے پاس ہمارا کھانا ہم نے پائی

مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝۶۲ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ

اپنے اس سفر میں تکلیف ف۸۳ بولا وہ دیکھا تو نے جب ہم نے جگہ پکڑی اُس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا مچھلی اور یہ مجھ کو بھلا دیا

اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ۝۶۳

شیطان ہی نے کہ اُس کا ذکر کروں ف۸۴ اور اُس نے کر لیا اپنا رستہ دریا میں عجیب طرح

ل وہ کر گئی اپنا رستہ۔

Brought To You By www.e-iqra.info

(۷۸) یعنی کرتوت تو ان کے ایسے کہ عذاب پہنچنے میں ایک گھنٹہ کی تاخیر نہ ہو۔ مگر حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوراً تباہ کر ڈالنے سے مانع ہے، اپنی رحمت عامہ سے خاص حد تک درگذر فرماتا ہے اور سخت سے سخت مجرم کو موقع دیتا ہے کہ چاہے تو اب بھی توبہ کر کے پچھلی خطائیں بخشوالے اور ایمان لا کر رحمت عظیمہ کا مستحق بن جائے۔

(۷۹) یعنی یہ تاخیر عذاب ایک وقت معین تک ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی مجرم سزا کا وعدہ آنے سے پیشتر کہیں ادھر اُدھر کھسک جائے جب وقت آئیگا سب بندھے چلے آئیں گے، مجال نہیں کوئی روپوش ہو سکے۔

(۸۰) **بستیوں کی ہلاکت** یعنی عاد و ثمود کی بستیاں جن کے واقعات مشہور و معروف ہیں، دیکھ لو جب ظلم کئے کس طرح اپنے وقت معین پر تباہ و برباد کر دی گئیں اسی طرح تم کو ڈرتے رہنا چاہیئے کہ وقت آنے پر عذاب الٰہی سے کہیں پناہ نہ ملے گی۔

(۸۱) **حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعے کی اصل وجہ** اُوپر ذکر ہوا تھا کہ مغرور کافر مفلس مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ان کو پاس نہ بٹھائیں تو ہم بیٹھیں۔ اُسی پر دو شخصوں کی کہاوت سنائی۔ پھر دنیا کی مثال اور ابلیس کا کبر و غرور سے خراب ہونا بیان کیا۔ اب موسیٰؑ اور خضر کا قصہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ والے اگر سب سے افضل اور بہتر بھی ہوں تو آپ کو بہتر نہیں کہتے۔ اور کبھی بھول چوک سے کہہ گذریں تو حق تعالیٰ کی طرف سے تادیب و تنبیہ کی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو نہایت موثر اور بیش بہا نصیحتیں فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا، اے موسیٰ! کیا روئے زمین پر آپ اپنے سے بڑا عالم کسی کو پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ جواب واقع میں صحیح تھا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اولوا العزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اُن کے زمانہ میں اسرار شرعیہ کا علم اُن سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا۔ لیکن حق تعالیٰ کو ان کے الفاظ پسند نہ آئے، گو مراد صحیح تھی۔ تاہم عنوان جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا تھا کہ روئے زمین پر من کل الوجوہ اپنے کو اعلم الناس خیال کرتے ہیں۔ خدا کی مرضی یہ تھی کہ جواب کو اُس کے علم محیط پر محول کرتے۔ مثلاً یہ کہتے کہ اللہ کے مقرب و مقبول بندے بہت سے ہیں، سب کی خبر اُسی کو ہے۔ تب وحی آئی کہ جس جگہ دو دریا ملے ہیں اس کے پاس ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

مجمع البحرین کی تحقیق دو دریا سے کون سے دریا مراد ہیں؟ بعض نے کہا کہ بحر فارس اور بحر روم لیکن یہ دونوں ملتے نہیں۔ شاید ملاپ سی مراد قرب ہوگا یعنی جہاں دونوں کا فاصلہ کم سے کم رہ جائے۔ بعض افریقہ کے دو دریا مراد لیتے ہیں بعض علماء کے نزدیک "مجمع البحرین" وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر دجلہ اور فرات خلیج فارس میں گرتے ہیں۔ واللہ اعلم، بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ مجھے اُس کا پورا پتہ نشان بتایا جائے تاکہ وہاں جا کر کچھ علمی استفادہ کروں۔ حکم ہوا کہ اُس کی تلاش میں نکلو تو ایک مچھلی تل کر ساتھ رکھ لو، جہاں مچھلی گم ہو، وہیں سمجھنا کہ وہ بندہ موجود ہے۔ گویا "مجمع البحرین" سے جو ایک وسیع قطعہ مراد ہو سکتا تھا اس کی پوری تعیین کے لئے یہ علامت مقرر فرما دی۔

حضرت یوشع سے حضرت موسیٰ کا خطاب موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق اپنے خادم خاص حضرت یوشعؑ کو ہمراہ لیکر سفر شروع کر دیا، اور یوشع کو کہہ دیا کہ مچھلی کا خیال رکھنا۔ میں برابر سفر کرتا رہونگا یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں، اگر فرض کرو برس اور قرن بھی گزر جائیں گے بدون مقصد حاصل کئے سفر سے نہ ہٹونگا۔ (تنبیہ) جوان سے مراد حضرت یوشع ہیں جو ابتداءً موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص تھے، پھر اُن کے روبرو پیغمبر اور اُن کے بعد خلیفہ ہوئے۔

(۸۲) **مچھلی کا گم ہونا** وہاں پہنچ کر ایک بڑے پتھر کے قریب جس کے نیچے آب حیات کا چشمہ جاری تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سو رہے۔ یوشع علیہ السلام نے دیکھا کہ مچھلی بھنی ہوئی مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر زنبیل سے نکل پڑی اور عجیب طریقہ سے دریا میں سُرنگ سی بناتی چلی گئی۔

Brought To You By www.e-iqra.info

وہاں پانی میں خدا کی قدرت سے ایک طاق سا کھلا رہ گیا۔ یوشع کو دیکھ کر تعجب آیا۔ چاہا کہ موسٰی بیدار ہوں تو اُن سے کہوں۔ وہ بیدار ہوئے تو دونوں آگے چل کھڑے ہوئے۔ یوشع نہ معلوم کن خیالات میں پڑ کر کہنا بھول گئے۔ روایات میں ہے کہ موسٰی علیہ السّلام نے جب اُن کو مچھلی کی خبرگیری کے لئے کہا تھا تو اُن کی زبان سے نکلا کہ یہ کوئی بڑا کام نہیں۔ لہٰذا متنبہ کیا گیا کہ چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی آدمی کو محض اپنے نفس پر بھروسہ نہیں چاہیئے۔

(۸۳) حضرت موسٰی علیہ السّلام پہلے نہیں تھکے۔ جب مطلب چھوٹ رہا تھا اُس وقت چلنے سے تکان محسوس کیا۔

(۸۴) یعنی مطلب کی بات بھول جانا اور عین موقع یادداشت پر ذہول ہونا۔ شیطان کی وسوسہ اندازی سے ہوا۔

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۙ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً

کہا یہی ہے جو ہم چاہتے تھے پھر اُلٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے ف۸۵ پھر پایا ایک بندہ ہمارے بندوں میں کا جس کو دی تھی

مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا

ہم نے رحمت اپنے پاس سے اور سکھلایا تھا اپنے پاس سے ایک علم ف۸۶ کہا اُس کو موسٰی نے کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ مجھ کو سکھلا دے کچھ جو

عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾

تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ ف۸۷ بولا تو نہ ٹھہر سکیگا میرے ساتھ اور کیونکر ٹھہریگا دیکھ کر ایسی چیز کو کہ تیرے قابو میں نہیں اس کا سمجھنا ف۸۸

قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ

کہا تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا اور نہ ٹالونگا تیرا کوئی حکم ف۸۹ بولا پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی

شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ۧ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ ع ۱۱ ۲۱

چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اُس کا ذکر ف۹۰ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب چڑھے کشتی میں اُس کو پھاڑ ڈالا موسٰی بولا

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾

کیا تو نے اُس کو پھاڑ ڈالا کہ ڈبا دے اُسکے لوگوں کو البتہ تو نے کی ایک چیز بھاری ف۹۱ بولا میں نے نہ کہا تھا تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا

کہا مجھ کو نہ پکڑ میری بھول پر اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل ف۹۲ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ملے ایک لڑکے سے

فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

تو اُسکو مار ڈالا ف۹۳ موسٰی بولا کیا تو نے مار ڈالی ایک جان ستھری ف۹۴ بغیر عوض کسی جان کے بیشک تو نے کی ایک چیز نامعقول ف۹۵

(۸۵) غالباً وہاں راستہ بنا ہوا نہ ہوگا۔ اس لئے اپنے نقش قدم دیکھتے ہوئے اُلٹے پاؤں پھرے۔

(۸۶) **حضرت خضرؑ سے مُلاقات** وہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جن کو حق تعالیٰ نے رحمت خصوصی سے نوازا اور اسرار کونیہ کے علم سے حصّہ وافر عطا فرمایا تھا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر کو رسول مانا جائے یا نبی یا محض ولی کے درجہ میں رکھا جائے۔ ایسے مباحث

لہ عجیب۔ ۲ہ انوکھی۔

Brought To You By www.e-iqra.info

کا فیصلہ یہاں نہیں ہو سکتا۔ تاہم احقر کا رجحان اسی طرف ہے کہ اُن کو نبی تسلیم کیا جائے اور جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے جو انبیاء جدید شریعت لے کر نہیں آتے اُن کو بھی اتنا تصرف و اختیار عطا ہوتا ہے کہ مصالح خصوصیہ کی بناء پر شریعت مستقلہ کے کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید یا عام ضابطہ سے بعض جزئیات کا استثناء کر سکیں۔ اسی طرح کے جزئی تصرفات حضرت خضر کو بھی حاصل تھے۔ واللہ اعلم۔ بہرحال موسیٰ علیہ السلام خضرؑ سے ملے علیک سلیک کے بعد خضرؑ نے سبب پوچھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے آنے کا سبب بتلایا۔ خضرؑ نے کہا اے موسیٰ! بلاشبہ اللہ نے تمہاری تربیت فرمائی پر بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ایک علم (جزئیات کونیہ کا) مجھ کو ملا ہے جو (اتنی مقدار میں) تم کو نہیں ملا۔ اور ایک علم (اسرار تشریع کا)، تم کو دیا گیا ہے جو (اتنی بہتات سے) مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد ایک چڑیا دکھا کر جو دریا میں سے پانی پی رہی تھی، کہا کہ میرا، تمہارا بلکہ کل مخلوقات کا سارا علم اللہ کے علم میں سے اتنا ہے۔ جتنا دریا کے پانی میں سے وہ قطرہ جو چڑیا کے منہ میں لگ گیا ہے (یہ بھی محض تفہیم کے لئے تھا ورنہ متناہی کو غیر متناہی سے قطرہ اور دریا کی نسبت بھی نہیں)۔

(۸۷) **حضرت موسیٰؑ کی درخواست** یعنی اجازت ہو تو چند روز آپ کے ہمراہ رہ کر اُس مخصوص علم کا کچھ حصّہ حاصل کروں۔

(۸۸) **حضرت خضرؑ کی پیشگوئی** حضرت خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کے مزاج وغیرہ کا اندازہ کر کے سمجھ لیا کہ میرے ساتھ اُن کا نباہ نہ ہو سکیگا کیونکہ وہ مامور تھے کہ واقعات کونیہ کا جزئی علم پا کر اُسی کے موافق عمل کریں اور موسیٰ علیہ السلام جن علوم کے حامل تھے اُن کا تعلق تشریعی قوانین و کلیات سے تھا۔ بنابریں جن جزئیات میں عوارض و خصوصیات خاصہ کی وجہ سے بظاہر عام ضابطہ پر عمل نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ اپنی معلومات کی بنا پر ضرور روک ٹوک کریں گے۔ اور خاموشی کا مسلک دیر تک قائم نہ رکھ سکیں گے۔ آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ جُدا ہونا پڑیگا۔

(۸۹) **حضرت موسیٰ کا وعدہ** یہ وعدہ کرتے وقت غالباً موسیٰ علیہ السلام کو اس کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسے مقرب و مقبول بندہ سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئیگی جو علانیہ اُن کی شریعت بلکہ عام شرائع و اخلاق کے خلاف ہو۔ غنیمت ہوا کہ انہوں نے "انشاء اللہ" کہہ لیا تھا ورنہ ایک قطعی وعدہ کی خلاف ورزی کرنا اولوالعزم پیغمبر کی شان کے لائق نہ ہوتا۔

(۹۰) **حضرت خضرؑ کی شرائط** یعنی کوئی بات اگر بظاہر ناحق نظر آئے تو مجھ سے فوراً باز پرس نہ کرنا، جب تک میں خود اپنی طرف سے کہنا شروع نہ کروں

(۹۱) **کشتی کا واقعہ** جب اُس کشتی پر چڑھنے لگے ناؤ والوں نے خضر کو پہچان کر مفت سوار کر لیا۔ اس احسان کا بدلہ یہ نقصان دیکھ موسیٰ کو اور زیادہ تعجب ہوا۔ لیکن کشتی پوری طرح کنارہ کے قریب پہنچ کر توڑی۔ لوگ ڈوبنے سے بچ گئے اور توڑنا یہ تھا کہ ایک تختہ نکال ڈالا۔ گویا عیب دار کر دی۔

(۹۲) **حضرت موسیٰؑ کا اعتراض** یعنی اگر بھول چوک پر بھی گرفت کرو گے تو میرا تمہارے ساتھ رہنا مشکل ہو جائیگا۔ یہ پہلا پوچھنا حضرت موسیٰ سے بھول کر ہوا۔ اور دوسرا اقرار کرنے کو اور تیسرا رخصت ہونے کو۔

(۹۳) **لڑکے کا قتل** ایک گاؤں کے قریب چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ اُن میں سے ایک کو جو زیادہ خوبصورت اور سیانا تھا پکڑ کر مار ڈالا۔ اور چل کھڑے ہوئے بعض روایات میں اُس کا نام جیسور آیا ہے۔ وہ لڑکا بالغ تھا یا نہیں؟ بعض کا قول ہے کہ بالغ تھا اور لفظ غلام عدم بلوغ پر دلالت نہیں کرتا۔ لیکن جمہور مفسرین اُس کو نابالغ ہی بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۹۴) **حضرت موسیٰ کا دوسرا اعتراض** یعنی بے گناہ۔ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو اُس پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ لفظ بظاہر اس کے نابالغ ہونے تائید کرتا ہے۔ اگرچہ دوسروں کے لئے تاویل کی گنجائش ہے۔

(۹۵) یعنی اوّل تو نابالغ قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر مزید یہ کہ یہاں قصاص کا بھی کوئی قصّہ نہ تھا۔ پھر اس سے بڑھ کر نامعقول بات کونسی ہوگی۔

Brought To You By www.e-iqra.info

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا

بولا میں نے تجھ کو نہ کہا تھا کہ تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ ف۹۶ کہا اگر تجھ کو پوچھوں کوئی چیز اس کے بعد

فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۣ اسْتَطْعَمَآ

تو مجھ کو ساتھ نہ رکھیو تو اتار چکا میری طرف سے الزام ف۹۷ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب پہنچے ایک گاؤں کے لوگوں تک کھانا چاہا

اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ

وہاں کے لوگوں سے انہوں نے نہ مانا ان کو مہمان رکھیں پھر پائی وہاں ایک دیوار جو گرا چاہتی تھی اسکو سیدھا کر دیا ف۹۸ بولا موسیٰ اگر تو چاہتا

لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ

تو لے لیتا اس پر مزدوری ف۹۹ کہا اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ اب جتلائے دیتا ہوں تجھ کو پھیر ان باتوں کا جس پر تو صبر نہ

صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَاۗءَهُمْ

کر سکا ف۱۰۰ وہ جو کشتی تھی سو چند محتاجوں کی جو محنت کرتے تھے دریا میں ف۱۰۱ سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور ان کے پرے تھا

مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا

ایک بادشاہ جو لے لیتا تھا ہر کشتی کو چھین کر ف۱۰۲ اور وہ جو لڑکا تھا سو اس کے ماں باپ تھے ایمان والے پھر ہم کو اندیشہ ہوا کہ ان کو عاجز کر دے زبردستی

وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

اور کفر کر کر ف۱۰۳ پھر ہم نے چاہا کہ بدلہ دے ان کو ان کا رب بہتر اس سے پاکیزگی میں اور نزدیک تر شفقت میں ف۱۰۴

(۹۶) کیونکہ ایسے حالات و واقعات دیکھنے میں آئیں گے جن پر تم خاموشی کے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ آخر وہی ہوا۔

(۹۷) **حضرت موسیٰؑ کی آخری درخواست** حضرت موسیٰ کو اندازہ ہو گیا کہ خضر کے تحیر خیز حالات و واقعات کا چپ چاپ مشاہدہ کرتے رہنا بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ اس لئے آخری بات کہہ دی کہ اس مرتبہ اگر سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں ایسا کرنے میں آپ معذور ہوں گے اور میری طرف سے کوئی الزام آپ پر عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ تین مرتبہ موقع دے کر آپ حجت تمام کر چکے۔

(۹۸) **دیوار سیدھا کرنے کا واقعہ** یعنی ایک بستی میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے ملے اور چاہا کہ بستی والے مہمان سمجھ کر کھانا کھلائیں۔ مگر یہ سعادت اُن کی قسمت میں نہ تھی، انہوں نے موسیٰؑ و خضر جیسے مقربین کی مہمانی سے انکار کر دیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر چاہئے تھا کہ ایسے تنگ دل اور بے مروت لوگوں پر غصہ آتا، مگر حضرت خضر علیہ السلام نے غصہ کی بجائے اُن پر احسان کیا۔ بستی میں ایک بڑی بھاری دیوار جھکی ہوئی تھی قریب تھا کہ زمین پر آ رہے۔ لوگ اس کے نیچے گزرتے ہوئے خوف کھاتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ لگا کر سیدھی کر دی اور منہدم ہونے سے بچا لیا۔ (تنبیہ) حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةٍ میں "اہل" کا لفظ شاید اس لئے لائے کہ بستی میں اُن کا آنا محض مرور و عبور کے طور پر نہ تھا، نہ یہ صورت تھی کہ باشندگان شہر سے علیحدہ کسی سرائے وغیرہ میں جا اترے ہوں، بلکہ قصد کر کے شہر والوں سے ملے۔ اور "اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا" میں

ـله اس میں۔

Brought To You By www.e-iqra.info

دوبارہ لفظ "اہل" کی تصریح اُن کی مزید تقبیح کے لئے ہے۔ یعنی جن سے مہمانی چاہی تھی وہ اہل قریہ تھے کوئی پردیسی مسافر نہ تھے جو یہ عذر کر سکیں کہ ہمارا گھر یہاں نہیں، مہمانداری کیسے کریں۔

(۹۹) **حضرت موسیٰؑ کا تیسرا اعتراض** یعنی بستی والوں نے مسافر کا حق نہ سمجھا کہ مہمانی کریں، اُن کی دیوار مُفت بنا دینے کی کیا ضرورت تھی اگر کچھ معاوضہ لے کر دیوار سیدھی کرتے تو ہمارا کھانے پینے کا کام چلتا اور ان تنگ دل بخیلوں کو ایک طرح کی تنبیہ ہو جاتی، شاید اپنی بداخلاقی اور بے مروتی پر شرماتے۔

(۱۰۰) یعنی حسب وعدہ اب مجھ سے علیحدہ ہو جائیے، آپ کا نباہ میرے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن جُدا ہونے سے پہلے چاہتا ہوں کہ ان واقعات کے پوشیدہ اسرار کھول دوں۔ جن کے چکّر میں پڑ کر آپ صبر و ضبط کی شان قائم نہ رکھ سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس مرتبہ موسیٰ نے جان کر پوچھا رخصت ہونے کو۔ سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ڈھب کا نہیں۔ حضرت موسیٰ کا علم وہ تھا جس کی خلقت پیروی کرے تو اُن کا بھلا ہو۔ حضرت خضر کا علم وہ تھا کہ دوسروں سے اُس کی پیروی بن نہ آوے۔

(۱۰۱) یعنی دریا میں محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے تھے۔

(۱۰۲) یعنی جدھر کشتی جانے والی تھی اُس طرف ایک ظالم بادشاہ جو اچھّی کشتی دیکھتا چھین لیتا، یا بیگار میں پکڑ لیتا تھا۔ میں نے چاہا کہ عیب دار کر دوں، تا اُس ظالم کی دستبرد سے محفوظ رہے اور ٹوٹی ہوئی خراب کشتی سمجھ کر کوئی تعرض نہ کرے۔ بعض آثار میں ہے کہ خطرہ کی مقام سے آگے نکل کر پھر حضرت خضر نے کشتی اپنے ہاتھ سے درست کر دی۔

(۱۰۳) **لڑکے کے قتل کی حکمت** گو اصل فطرۃ سے ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے مگر آگے چل کر خارجی اثرات سے بچپن ہی میں بعض کی بنیاد بُری پڑ جاتی ہے جس کا پورا یقینی علم تو خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے تاہم کچھ آثار اہل بصیرت کو بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ اس لڑکے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو آگاہ فرما دیا کہ اس کی بنیاد بُری پڑی تھی۔ بڑا ہوتا تو موذی اور بدراہ ہوتا اور ماں باپ کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبتا۔ وہ اس کی محبت میں کافر بن جاتے، اس طرح لڑکے کا مارا جانا والدین کے حق میں رحمت اور ان کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا۔ خدا کو منظور تھا کہ اس کے ماں باپ ایمان پر قائم رہیں، حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ آنے والی رکاوٹ اُن کی راہ سے دور کر دی جائے۔ خضر کو حکم دیا کہ لڑکے کو قتل کر دو۔ اُنہوں نے خدا کی وحی پا کر امتثال امر کیا۔ اب یہ سوال کرنا کہ لڑکے کو پیدا ہی نہ کرتے یا کرتے تو اس کو اس قدر شریر نہ ہونے دیتے، یا جہاں لاکھوں کافر دنیا میں موجود ہیں اس کے والدین کو بھی کافر بن جانے دیتے۔ یا جن بچوں کی بنیاد ایسی پڑے کم از کم پیغمبروں کو اُن سب کی فہرست دے کر قتل کرا دیا کرتے۔ ان باتوں کا اجمالی جواب تو یہ ہے۔ "لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْـَٔلُوْنَ" (انبیاء رکوع ۲) اور تفصیلی جواب کے لئے مسئلہ "خلق خیر و شر" پر مبسوط کلام کرنے کی ضرورت ہے جو ان مختصر فوائد میں سما نہیں سکتا ہاں اتنا یاد رہے کہ دنیا میں ہر شخص سے جو اللہ کو "خالق الکل" اور "علیم" و "حکیم" مانتا ہو، تکوینیات کے متعلق اسی قسم کے ہزاروں سوالات کیئے جا سکتے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس بجز اعتراف عجز و قصور کے کچھ نہیں۔ یہاں خضر کے ذریعہ سے اسی کا ایک نمونہ دکھلانا تھا کہ خدا تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح تکوینیہ کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ کبھی صورت واقعہ بظاہر دیکھنے میں خراب اور قبیح یا بے موقع معلوم ہوتی ہے لیکن جسے واقعہ کی اندرونی گہرائیوں کا علم ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ خضر نے مسکینوں کی کشتی کا تختہ توڑ دیا، حالانکہ انہوں نے احسان کیا تھا کہ بلا اُجرت دونوں کو سوار کر لیا۔ ایک کھیلتے ہوئے بچہ کو مار ڈالا جو بظاہر نہایت قبیح حرکت نظر آتی تھی۔ دیوار سیدھی کر کے اس بستی والوں پر احسان کیا جو نہایت بے مروتی سے پیش آئے تھے۔ اگر خود خضر علیہ السلام آخر میں اپنے ان افعال کی توجیہات بیان نہ کرتے تو ساری دنیا آج تک ورطہ حیرت میں پڑی رہتی، یا خضر کو ہدف طعن و

Brought To You By www.e-iqra.info

تشنیع بنائے رکھتی۔ العیاذ باللہ۔ ان ہی مثالوں سے حق تعالیٰ کے افعال اور انکی حکمتوں کا اندازہ کرلو۔

(۱۰۴) یعنی لڑکے کے مارے جانے سے اُس کے والدین کا ایمان محفوظ ہوگیا اور جو صدمہ اُنکو پہنچا۔ حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی تلافی ایسی اولاد سے کردے جو اخلاقی پاکیزگی میں مقتول لڑکے سے بہتر ہو۔ ماں باپ اس پر شفقت کریں، وہ ماں باپ کے ساتھ محبت و تعظیم اور حُسن سلوک سے پیش آئے کہتے ہیں اُس کے بعد خدا تعالیٰ نے نیک لڑکی دی جو ایک نبی سے منسوب ہوئی اور ایک نبی اس سے پیدا ہوئے جس سے ایک اُمت چلی۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا

اور وہ جو دیوار تھی سو دُو یتیم لڑکوں کی تھی اس شہر میں اور اُسکے نیچے مال گڑا تھا اُن کا اور اُن کا باپ تھا

صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ

نیک پھر چاہا تیرے رب نے کہ وہ پہنچ جائیں اپنی جوانی کو اور نکالیں اپنا مال گڑا ہوا ف۱۰۵ مہربانی سے تیرے رب کی اور میں نے یہ نہیں کیا

عَنْ اَمْرِىْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ ۸۲ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ؕ　ع ۱۰

اپنے حکم سے ف۱۰۶ یہ ہے پھیر اُن چیزوں کا جن پر تو صبر نہ کرسکا اور تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کو

قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ ۸۳ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ۸۴

کہہ اب پڑھتا ہوں تمہارے آگے اُس کا کچھ احوال ہمنے اس کو جمایا تھا ملک میں اور دیا تھا ہمنے اُسکو ہر چیز کا سامان ف۱۰۷

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۸۵ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ

پھر پیچھے پڑا ایک سامان کے ف۱۰۸ یہاں تک کہ جب پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ پایا کہ وہ ڈوبتا ہے ایک دلدل کی ندی میں ف۱۰۹ اور پایا اس

عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۸۶ قَالَ اَمَّا

کے پاس لوگوں[1] کو ہمنے کہا اے ذوالقرنین یا تو تو لوگوں کو تکلیف دے اور یا رکھ اُن میں خوبی ف۱۱۰ بولا جو کوئی

مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۸۷

ہوگا بے انصاف سو ہم اُس کو سزا دینگے پھر لوٹ جائیگا اپنے رب کے پاس وہ عذاب دیگا اُس کو بُرا عذاب

(۱۰۵) **دیوار سیدھا کرنے کی حکمت** یعنی اگر دیوار گر پڑتی تو یتیم بچوں کا جو مال وہاں گڑا ہوا تھا ظاہر ہو جاتا اور بدنیت لوگ اُٹھا لیتے۔ بچوں کا باپ مردِ صالح تھا۔ اس کی نیکی کی رعایت سے حق تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے میں نے اُس کے حکم سے دیوار سیدھی کردی کہ بچے جوان ہو کر باپ کا خزانہ پاسکیں کہتے ہیں اُس خزانہ میں دوسرے اموال کے علاوہ ایک سونے کی تختی تھی جس پر "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا تھا۔

(۱۰۶) یعنی جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضروری ہوا اس پر مزدوری لینا مقربین کا کام نہیں (تنبیہ) اس قصہ کے شروع میں حضرت خضر کی نبوت و ولایت کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں اُس کو بیک نظر پھر مطالعہ کرلیا جائے۔ آگے ذوالقرنین کا قصہ آتا ہے۔ یہ بھی اُن تین چیزوں میں سے

[1] ایک قوم کو۔

تھا جن کی نسبت یہود کے مشورہ سے قریش نے سوالات کئے تھے۔ "روح" کے متعلق جواب سورہ "بنی اسرائیل" میں گذر چکا۔ اصحاب کہف کا قصہ اسی سورت "کہف" میں آچکا۔ تیسری چیز آگے مذکور ہے۔

(۱۰۷) **ذوالقرنین کا واقعہ** اس بادشاہ کو "ذوالقرنین" اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا کے دونوں کناروں (مشرق و مغرب) پر پھر گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اسکندر رومی کا ہے اور بعض کے نزدیک کوئی مقبول خدا پرست اور دیندار بادشاہ اس سے پہلے گذرا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں متعدد وجوہ دلائل سے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے مجموعہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا اور اُن کی دعاء کی برکت سے حق تعالیٰ نے خارق عادت سامان و وسائل عطا فرمائے تھے۔ جن کے ذریعہ سے اُس کو مشرق و مغرب کے سفر اور محیر العقول فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی۔ حضرت خضر اُس کے وزیر تھے، شاید اسی لئے قرآن نے خضر کے قصّہ کے ساتھ اُس کا قصہ بیان فرمایا۔ قدیم شعرائے عرب نے اپنے اشعار میں "ذوالقرنین" کا نام بڑی عظمت سے لیا ہے اور اس کے عرب ہونے پر فخر کرتے رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عہد تاریخی سے پہلے کا کوئی جلیل القدر عرب بادشاہ ہے۔ شاید اسکندر کو بھی اُسی کی ایک گونہ مشابہت سے ذوالقرنین کہنے لگے ہوں۔ حال میں یورپ کے ماہرین آثارِ قدیمہ نے قدیم سامی عربوں کی متعدد عظیم الشان سلطنتوں کا سُراغ لگایا ہے جن کا تاریخی اوراق میں کوئی مفصل تذکرہ موجود نہیں۔ بلکہ بعض ممتاز و مشہور سلاطین کا نام تک کتب تاریخ میں نہیں ملتا۔ مثلاً بادشا "حمورابی" جو اغلباً حضرت ابراہیم کے عہد میں ہوا ہے اور جس کو کہا گیا ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا مقنن تھا، اُسکے قوانین منارہ بابل پر کندہ ملے ہیں۔ جن کا ترجمہ انگریزی میں شائع ہو گیا ہے۔ پُرانے کتبات سے اس کی عجیب و غریب عظمت ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال "ذوالقرنین" ان ہی میں کا کوئی بادشاہ ہوگا۔

(۱۰۸) یعنی سرانجام کرنے لگا ایک سفر کا۔

(۱۰۹) **مشرق و مغرب کا سفر** یعنی یوں نظر آیا جیسے سمندر میں سفر کرنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ سورج پانی میں سے نکل رہا ہے اور پانی ہی میں ڈوبتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ذوالقرنین" کو شوق ہوا کہ دیکھے دنیا کی آبادی کہاں تک بسی ہے۔ سو مغرب کی طرف اُس جگہ پہنچا کہ دلدل تھی نہ گذر آدمی کا نہ کشتی کا۔ اللہ کے ملک کی حد نہ پا سکا۔"

(۱۱۰) **ذوالقرنین کو ایک قوم پر اختیار** یعنی "ذوالقرنین" کو اُن لوگوں پر ہم نے دونوں بات کی قدرت دی جیسا کہ ہر بادشاہ ہر حاکم کو نیک و بد کی قدرت ملتی ہے چاہے خلق کو ستا کر بدنام ہو چاہے عدل و انصاف اور نیکی اختیار کر کے اپنا ذکر خیر جاری رکھے یا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ کافر تھے، ہم نے ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ چاہے اُن کو قتل کر دے یا پہلے اسلام کی طرف دعوت دے۔ ذوالقرنین نے دوسری شق اختیار کی۔

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝۸۸ ثُمَّ اَتْبَعَ

اور جو کوئی یقین لایا اور کیا اُس نے بھلا کام سو اُس کا بدلہ بھلائی ہے اور ہم حکم دینگے اُس کو اپنے کام میں آسانی ف۱۱۱ پھر لگا ایک سامان

سَبَبًا ۝۸۹ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا

کے پیچھے ف۱۱۲ یہاں تک کہ جب پہنچا سورج نکلنے کی جگہ پایا اُس کو کہ نکلتا ہے ایک قوم پر کہ نہیں بنا دیا ہم نے اُنکے لئے آفتاب سے ورے

سِتْرًا ۝۹۰ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝۹۱ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝۹۲ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ

کوئی حجاب ف۱۱۳ یونہی ہے اور ہمارے قابو میں آچکی ہے جو اس کے پاس کی خبر ف۱۱۴ پھر لگا ایک سامان کے پیچھے ف۱۱۵ یہاں تک کہ جب پہنچا دو پہاڑوں کے بیچ

ل کہیں گے۔ لہ آڑ۔

Brought To You By www.e-iqra.info

وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ

پائے اُن سے ورے ایسے لوگ جو لگتے نہیں کہ سمجھیں ایک بات ف۱۱۶ بولے اے ذوالقرنین یہ یاجوج

وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾

و ماجوج دھوم اُٹھاتے ہیں ملک میں سو تو کہے تو ہم مقرر کردیں تیرے واسطے کچھ محصول اس شرط پر کہ بنادے تو ہم میں اُن میں ایک آڑ ف۱۱۷

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ ۖ حَتَّىٰ

بولا جو مقدور دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے سو مدد کرو میری محنت میں بنادوں تمہارے اُنکے بیچ ایک دیوار موٹی ف۱۱۸ لادو مجھ کو تختے لوہے کے یہانتک کہ

إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا

جب برابر کردیا دونوں پھانکوں تک پہاڑ کی کہا دھونکو یہانتک کہ جب کر دیا اُس کو آگ کہا لاؤ میرے پاس کہ ڈالوں اُس پر پگھلا ہوا تانبا ف۱۱۹ پھر نہ

اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي ۖ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي

چڑھ سکیں اُس پر اور نہ کر سکیں اُس میں سوراخ ف۱۲۰ بولا یہ ایک مہربانی ہے میرے رب کی پھر جب آئے وعدہ میرے رب کا

جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۖ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ ۖ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ

گرادے اُس کو ڈھاکر اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا ف۱۲۱ اور چھوڑ دینگے ہم خلق کو اُس دن ایک دوسرے میں گھستے اور پھونک ماریں گے صور میں

فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكَافِرِينَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾

پھر جمع کر لائیں گے ہم اُن سب کو اور دکھلادیں ہم دوزخ اس دن کافروں کو سامنے ف۱۲۲

(۱۱۱) یعنی آخرت میں بھلائی ملیگی اور دنیا میں ہم اُس پر سختی نہ کریں گے بلکہ اپنے کام کے لئے جب کوئی بات اُس سے کہیں گے سہولت اور نرمی کی کہیں گے۔ فی الحقیقت جو بادشاہ عادل ہو اُس کی یہی راہ ہوتی ہے۔ بُروں کو سزا دے اور بھلوں سے نرمی کرے۔ ذوالقرنین نے یہی چال اختیار کی۔

(۱۱۲) **مشرق کا سفر** یعنی مغربی سفر سے فارغ ہو کر مشرقی سفر کا سامان درست کرنے لگا۔ قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ ذوالقرنین کے یہ سب سفر فتوحات اور ملک گیری کے لئے تھے ممکن ہے محض سیر و سیاحت کے طور پر ہوں، اثنائے سفر میں اُن اقوام پر بھی گزر ہوا ہو جو اُس کے زیر حکومت آچکی تھیں اور بعض اقوام نے ایک طاقتور بادشاہ سمجھ کر ظالموں کے مقابلہ میں فریاد کی ہو۔ جس کا ذوالقرنین نے اپنی غیر معمولی قوت سے سد باب کر دیا۔ جیسا کہ آگے "یاجوج ماجوج" کے قصہ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۱۳) **مشرق کی ایک وحشی قوم** یعنی انتہائے مشرق میں ایک ایسی قوم دیکھی جن کو آفتاب کی شعاعیں بے روک ٹوک پہنچتی تھیں یہ لوگ وحشی جانگلو ہونگے۔ گھر بنانے اور چھت ڈالنے کا اُن میں دستور نہ ہوگا۔ جیسے اب بھی بہت سی خانہ بدوش وحشی اقوام میں رواج نہیں ہے

(۱۱۴) یعنی ذوالقرنین کے سفر مشرق و مغرب کی جو کیفیت بیان کی گئی واقع میں اسی طرح ہے۔ جو وسائل اُس کے پاس تھے اور جو حالات وہاں پیش آئے اُن سب پر ہمارا علم محیط ہے تاریخ والے شاید اس جگہ کچھ اور کہتے ہوں گے اور فی الحقیقت اتنا ہے جو فرمادیا۔ بعض مفسرین نے "کذلک" کا مطلب یہ لیا ہے کہ ذوالقرنین نے مغربی قوم کے متعلق جو روش اختیار کی تھی ویسی ہی اس مشرقی قوم کے ساتھ اختیار کی۔ واللہ اعلم

لے خرابی کرتے ہیں۔

Brought To You By www.e-iqra.info

(۱۱۵) **تیسرا سفر** یہ تیسرا سفر مشرق و مغرب کے سوا کسی تیسری جہت میں تھا۔ مفسرین عموماً اس کو شمالی سفر کہتے ہیں قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں۔

(۱۱۶) **ایک قوم کی درخواست** یعنی ذوالقرنین اور اُس کے ساتھیوں کی بولی وہ لوگ نہیں سمجھتے تھے۔ آگے جو گفتگو نقل کی گئی ہے غالباً کسی ترجمان کے ذریعہ سے ہوئی ہوگی۔ اور ترجمان کسی درمیانی قوم میں کا ہوگا۔ جو دونوں کی زبان قدرے سمجھتا ہو۔ (تنبیہ) اس قوم اور "یاجوج ماجوج" کے ملک میں یہ دو پہاڑ حائل تھے جن پر چڑھائی ممکن نہ تھی۔ البتہ دونوں پہاڑوں کے بیچ میں ایک درّہ کھلا ہوا تھا اُسی سے "یاجوج ماجوج" آتے اور ان لوگوں کو لوٹ مار کر چلے جاتے تھے۔

(۱۱۷) **یاجوج ماجوج کی قوم** ذوالقرنین کے غیر معمولی اسباب و وسائل اور قوت و حشمت کو دیکھ کر انہیں خیال ہوا کہ ہماری تکالیف و مصائب کا سدّباب اس سے ہو سکے گا۔ اس لئے گذارش کی کہ "یاجوج ماجوج" نے ہمارے ملک میں اودھم مچا رکھی ہے۔ یہاں آکر قتل و غارت اور لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے اور اُن کے درمیان کوئی مضبوط روک قائم کردیں جس سے ہماری حفاظت ہو جائے تو جو کچھ اُس پر خرچ آئے ہم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ چاہے آپ ٹیکس لگا کر ہم سے وصول کرلیں۔ (تنبیہ) "یاجوج ماجوج" کون ہیں؟ کس ملک میں رہتے ہیں؟ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سدّ (آہنی دیوار) کہاں ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے متعلق مفسرین و مورخین کے اقوال مختلف رہے ہیں۔

ایک برزخی مخلوق میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یاجوج ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنّات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ کعب احبار نے فرمایا اور نووی نے فتاویٰ میں جمہور علماء سے نقل کیا ہے اُنکا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حوّا تک نہیں پہنچتا گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے۔ کیا عجب ہے کہ دجّال اکبر جسے تمیم داری نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا، اسی قوم میں کا ہو۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام جو محض ایک آدم زاد خاتون (مریم صدیقہ) کے بطن سے بتوسط نفخۂ ملکیہ پیدا ہوئے۔ نزول من السماء کے بعد دجّال کو ہلاک کر دینگے، اُس وقت یہ قوم یاجوج ماجوج دنیا پر خروج کریگی اور آخر کار حضرت مسیح کی دعاء سے غیر معمولی موت مریگی۔

ذوالقرنین کی آہنی دیوار کہاں ہے؟ اس وقت یہ قوم کہاں ہے اور ذوالقرنین کی دیوار آہنی کس جگہ واقع ہے؟ سو جو شخص اُن سب اوصاف کو پیش نظر رکھیگا جن کا ثبوت اس قوم اور دیوار آہنی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ملتا ہے، اُس کو کہنا پڑیگا کہ جن قوموں، ملکوں اور دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے، یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا۔ لہٰذا وہ خیالات صحیح معلوم نہیں ہوتے۔ اور احادیث صحیحہ کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ دین کے خلاف ہے۔ رہا مخالفین کا یہ شبہ کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا مگر کہیں اس کا پتہ نہیں ملا۔ اور اسی شبہ کے جواب کے لئے ہمارے مؤلفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ آلوسی بغدادی نے دیا ہے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی و تری پر محیط ہو چکے ہیں، واجب التسلیم نہیں۔ عقلاً جائز ہے کہ جس طرح اب سے پانسو برس پہلے تک ہم کو چوتھے براعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا، اب بھی کوئی پانچواں براعظم ایسا موجود ہو جہاں تک ہم رسائی حاصل نہ کر سکے ہوں اور تھوڑے دنوں بعد ہم وہاں تک یا وہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں سمندر کی دیوار اعظم جو "آسٹریلیا" کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ آج کل سے برطانوی سائنس داں ڈاکٹر سی، ایم ینگ کے زیر ہدایات اُس کی تحقیقات جاری ہے۔ یہ دیوار ہزار میل سے زیادہ لمبی اور بعض بعض مقامات پر بارہ بارہ میل تک چوڑی اور ہزار فٹ اونچی ہے۔ جس پر بے شمار مخلوق بستی ہے جو مہم اس کام کے لئے روانہ ہوئی تھی حال میں اُس نے اپنی یکسالہ تحقیقات ختم کی ہے جس سے سمندر کے عجیب و غریب اسرار منکشف ہوتے ہیں اور انسان کو حیرت و استعجاب کی ایک نئی دنیا معلوم

Brought To You By www.e-iqra.info

ہو رہی ہے۔ پھر کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ہم کو خشکی و تری کی تمام مخلوق کے مکمل انکشافات حاصل ہو چکے ہیں۔ بہرحال مخبر صادق نے جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، جب اُس دیوار کی مع اُس کے اوصاف کے خبر دی تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں اور اُن واقعات کے منتظر رہیں جو مشککین و منکرین کے علی الرغم پیش آکر رہیں گے ؎ سَتُبْدِيْ لَكَ الْاَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا ۔ وَيَاْتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَا لَمْ تُزَوِّدِ۔

(۱۱۸) یعنی مال میرے پاس بہت ہے مگر ہاتھ پاؤں سے ہمارے ساتھ تم بھی محنت کرو۔

(۱۱۹) **دیوار کی تعمیر** اول لوہے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے تہیں جمائیں۔ جب اُن کی بلندی دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ گئی، لوگوں کو حکم دیا کہ خوب آگ دھونکو، جب لوہا آگ کی طرح سُرخ ہو کر تپنے لگا۔ اُس وقت پگھلا ہوا تانبا اُوپر سے ڈالا جو لوہے کی درزوں میں بالکل پیوست ہو کر جم گیا اور سب مل کر پہاڑ سا بن گیا۔ یہ سب کام اُس زمانہ میں بظاہر خارق عادت طریقہ سے انجام پائے ہونگے۔ جسکو ذوالقرنین کی کرامت سمجھنا چاہئے۔ یا ممکن ہے اُس وقت اس قسم کے آلات و اسباب پائے جاتے ہوں جنکا ہمیں اب علم نہیں۔

(۱۲۰) **یاجوج ماجوج دیوار نہیں توڑ سکتے** یعنی حق تعالیٰ نے یاجوج ماجوج کو فی الحال یہ قدرت نہیں دی کہ دیوار پھاند کر یا توڑ کر ادھر نکل آئیں

(۱۲۱) **دیوار ٹوٹنے کا وقت** یعنی محض خدا کی مہربانی سے یہ روک قائم ہو گئی اور میعاد معین تک قائم رہے گی۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور قتل دجّال کے بعد قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وعدہ ہے اُس وقت یہ روک ہٹا دی جائیگی۔ دیوار توڑ کر اتنی کثیر تعداد میں نکل پڑیں گے جس کا شمار اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ دنیا اُن کے مقابلہ سے عاجز ہو گی۔ حضرت مسیح کو حکم ہو گا کہ میرے خاص بندوں کو لے کر "طور" پر چلے جائیں۔ آخر حضرت مسیح علیہ السلام بارگاہ احدیت کی طرف دست دعا دراز کرینگے۔ اس کے بعد یاجوج ماجوج پر ایک غیبی وبا مسلط ہو گی۔ سب ایک دم مر جائیں گے۔ مزید تفصیل کتب حدیث باب "امارات الساعت" میں دیکھنی چاہئے۔

(۱۲۲) **یاجوج ماجوج کا خروج** یعنی یاجوج ماجوج سمندر کی موجوں کی طرح بیشمار تعداد میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ شدت ہول و اضطراب سے ساری مخلوق رَل گڈھ ہو جائیگی۔ جن و انس ایک دوسرے میں گھسنے لگیں گے پھر قیامت کا بگل ہو گا یعنی صور پھونکا جائیگا گے بعد سب خدا کے سامنے میدانِ حشر میں اکٹھے کیے جائیں گے اور دوزخ کافروں کی آنکھوں کے سامنے ہو گا۔ شاید کافروں کی تخصیص اس لئے کی کہ اصل میں دوزخ اُن ہی کے لئے تیار کیا گیا ہے اور اُن کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ اب وہ پردہ اُٹھ گیا۔

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاۗءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ع ۱۱ ۱۹ ۷

جن کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا میری یاد سے اور نہ سن سکتے تھے ف۱۲۳ اب کیا سمجھتے ہیں منکر

اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَاۗءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ

کہ ٹھہرائیں میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی ف۱۲۴ ہم نے تیار کیا ہے دوزخ کو کافروں کی مہمانی ف۱۲۵ تو کہہ ہم بتائیں تم کو

بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ۭ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ

کن کا کیا ہوا گیا بہت اکارت ف۱ وہ لوگ جن کی کوشش بھٹکتی رہی دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتے رہے کہ خوب بناتے ہیں

ف۱۔۔ اکارت گئی۔

Brought To You By www.e-iqra.info

صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

کام ف ۱۲۶ وہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب کی نشانیوں سے اور اسکے ملنے سے ف ۱۲۷ سو برباد گیا اُن کا کیا ہوا پھر نہ کھڑی کرینگے ہم اُنکے واسطے قیامت کے دن

وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

تول ف ۱۲۸ یہ بدلہ اُن کا ہے دوزخ اس پر کہ منکر ہوئے اور ٹھہرایا میری باتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا ف ۱۲۹ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں

الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَوْ كَانَ

بھلے کام اُن کے واسطے ہے ٹھنڈی چھاؤں کے باغ مہمانی رہا کریں اُن میں نہ چاہیں وہاں سے جگہ بدلنی ف ۱۳۰ تو کہہ اگر دریا

الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ إِنَّمَا

سیاہی ہو کر لکھے میرے رب کی باتیں بیشک دریا خرچ ہو چکے ابھی نہ پوری ہوں میرے رب کی باتیں اور اگرچہ دوسرا بھی لائیں ہم ویسا ہی اسکی مدد کو ف ۱۳۱ تو کہہ میں

أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ معبود تمہارا ایک معبود ہے سو پھر جس کو اُمید ہو ملنے کی اپنے رب سے سو وہ کرے کچھ کام نیک

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بندگی میں کسی کو ف ۱۳۲

(۱۲۳) **کفار کی حالت** یعنی خود اپنی عقل کی آنکھ برابر رہتی کہ قدرت کے نشان دیکھ کر یقین لاتے اور خدا کو یاد کرتے اور ضد سے کسی کی بات نہ سنتی جو دوسرے کے سمجھائے سمجھ لیتے۔

(۱۲۴) یعنی کیا منکرین یہ گمان کرتے ہیں کہ میرے خاص بندوں (مسیح، عزیر، رُوح القدس، فرشتوں) کی پرستش کر کے اپنی حمایت میں کھڑا کر لیں گے۔ "كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا" (ہرگز نہیں! وہ خود تمہاری حرکات سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے اور تمہارے مقابل مدعی بن کر کھڑے ہونگے)۔

(۱۲۵) یعنی اس دھوکہ میں مت رہنا! وہاں تم کو کوئی نہیں پوچھیگا۔ ہاں ہم تمہاری مہمانی کریں گے۔ دوزخ کی آگ اور قسم قسم کے عذاب سے (اعاذنا اللہ منہا)۔

(۱۲۶) **سب سے زیادہ گھاٹے والے طالبین دنیا** یعنی قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارہ میں وہ لوگ ہونگے جن کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کے لئے تھی۔ آخرت کا کبھی خیال نہ آیا، محض دنیا کی ترقیات اور مادی کامیابیوں کو بڑی معراج سمجھتے رہے (کذا یفہم من الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ دنیوی زندگی میں جو کام انہوں نے اپنے نزدیک اچھے سمجھ کر کئے تھے خواہ واقع میں اچھے تھے یا نہیں وہ سب کفر کی نحوست سے وہاں بیکار ثابت ہوئے اور تمام محنت برباد گئی۔

(۱۲۷) یعنی نہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو مانا، نہ خیال کیا کہ کبھی اُس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

(۱۲۸) **کفار کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائیگا** کافر کی حسنات مردہ ہیں، اُس ابدی زندگی میں کسی کام کی نہیں۔ اب محض کفریات و سیئات رہ گئیں۔ سو ایک پلہ کیا تلے تولنا تو موازنہ کے لئے تھا۔ موازنہ متقابل چیزوں میں ہوتا ہے یہاں سیئات کے بالمقابل حسنہ کا وجود ہی نہیں، پھر تولنے کا کیا مطلب۔

(۱۲۹) جو ٹھٹھا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔

Brought To You By www.e-iqra.info

(۱۳۰) **مومن صالحین پر انعامات** یعنی ہمیشہ رہنے سے اکتائیں گے نہیں۔ ہر دم تازہ بتازہ نعمتیں ملیں گی۔ کبھی خواہش نہ کریں گے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

(۱۳۱) **اللہ کے کلمات بیشمار ہیں** قریش نے یہود کے اشارہ سے رُوح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا تھا۔ سورہ ہذا کی ابتداء میں "اصحاب کہف" کا اور آخر میں ذوالقرنین کا قصہ جہاں تک موضوع قرآن سے متعلق تھا، بیان فرمایا۔ اور روح کے متعلق سورہ بنی اسرائیل میں فرمادیا۔ "وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" اب خاتمہ سورۃ پر بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کی باتیں بے انتہا ہیں۔ جو باتیں تمہارے ظرف و استعداد اور ضرورت کے لائق بتلائی گئیں، حق تعالیٰ کی معلومات میں سے اتنی بھی نہیں جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ۔ فرض کرو اگر بعدے سمندر کا پانی سیاہی بن جائے جس سے خدا کی باتیں لکھنی شروع کیجائیں اُس کے بعد دوسرا اور تیسرا ویسا ہی سمندر اُس میں شامل کرتے رہو تو سمندر ختم ہو جائیں گے، پر خدا کی باتیں ختم نہ ہوں گی یہیں سے سمجھ لو کہ قرآن اور دوسری کتب سماویہ کے ذریعہ سے خواہ کتنا ہی وسیع علم بڑی سے بڑی مقدار میں کسی کو دیدیا جائے، علم الٰہی کے سامنے وہ بھی قلیل ہے۔ گوفی حد ذاتہ اُسے کثیر کہہ سکیں۔

(۱۳۲) **پیغمبر کا علم بھی متناہی ہوتا ہے** یعنی میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، خدا نہیں، جو خود بخود ذاتی طور پر تمام علوم و کمالات حاصل ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ علوم حقہ اور معارف قدسیہ میری طرف وحی کرتا ہے جن میں اصل اصول علم توحید ہے، اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق یا اُس کے سامنے حاضر کئے جانے کا خوف ہو اُسے چاہئے کہ کچھ بھلے کام شریعت کے موافق کر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہراً و باطناً کسی کو کسی درجہ میں بھی شریک نہ کرے۔ یعنی شرک جلی کی طرح ریا وغیرہ شرک خفی سے بھی بچتا رہے کیونکہ جس عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہو وہ عابد کے مُنہ پر ماری جائیگی۔ "اَللّٰھُمَّ اَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا" اس آیت میں اشارہ کر دیا کہ نبی کا علم بھی متناہی اور عطائی ہے، علم خداوندی کی طرح ذاتی اور غیر متناہی نہیں۔ تم سورۃ الکہف بفضل اللہ تعالیٰ ومنہ وللہ الحمد اولاً و آخراً۔

کتابت: منور حسین

Brought To You By www.e-iqra.info